اشاعت کا انتیسواں سال
29
TWENTY NINE YEARS OF PUBLISHING

اگست 2021

ماہنامہ
ولی اللہ

ارمغان

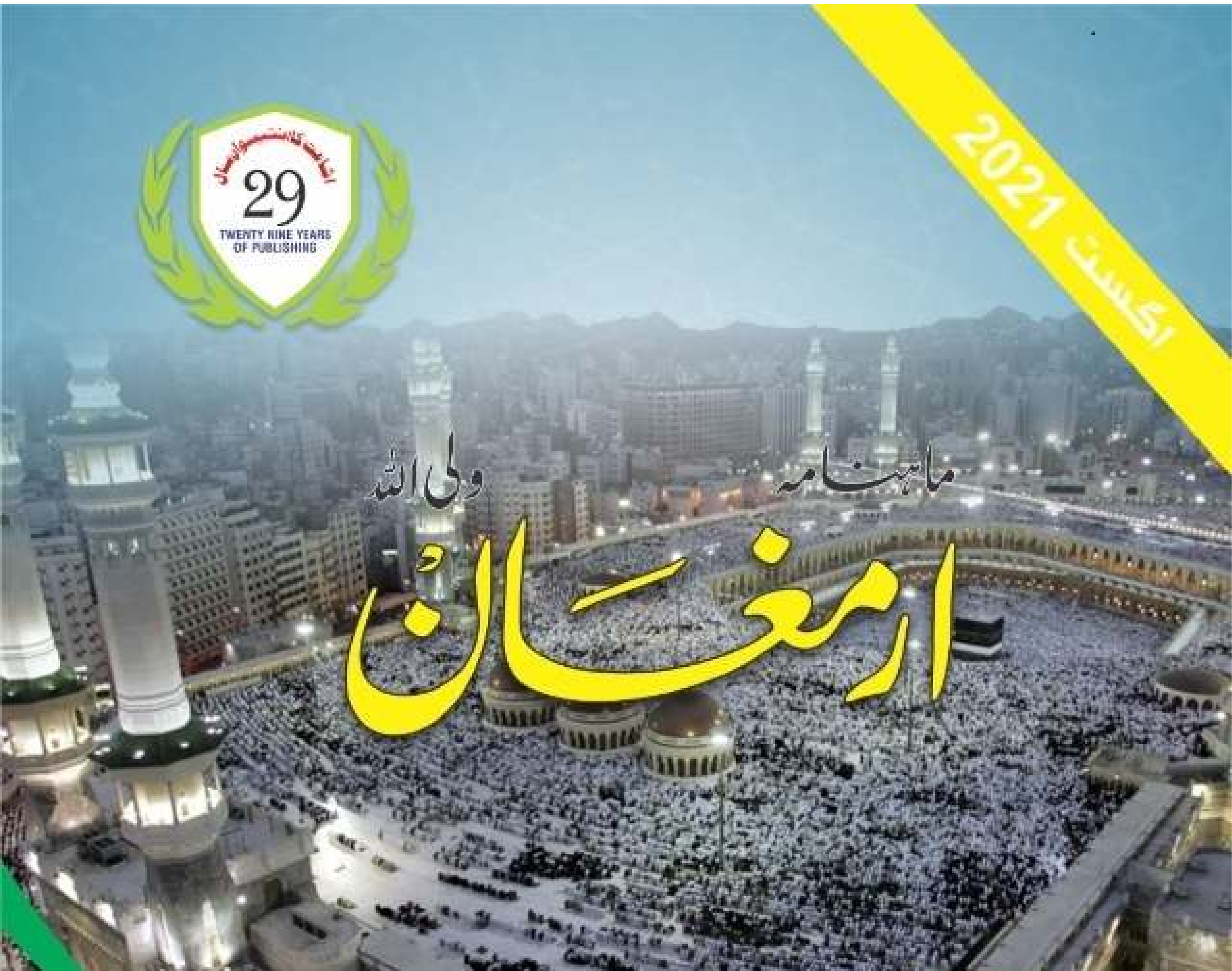

₹ 25/-

ARMUGHAN, PHULAT
Muzaffar Nagar-251201 (U.P.)

پھلت، ضلع مظفر نگر (یوپی)
www.armughan.net

جمعیت شاہ ولی اللہ
JSW
Jamiat Shah Waliullah

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہنامہ

ولی اللہ

ارمغان

جلد ۲۹ شمارہ ۸ اگست ۲۰۲۱ء مطابق ذوالحجہ ۱۴۴۲ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مدیـــــر

وصی سلیمان ندوی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طـاھر نـدوی

☆ مولانا محمد اقبـال قـاسمی

☆ مفتی محمد ھا رون مظاھری

پتـــــہ

دفتـــر ارمغـــان

پُھـلـت ضلع مظـفـر نـگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-7060450315

9359774316 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفر نگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیر قانونی : امجدعلی ایڈوکیٹ

موبائیل : 9897354040

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیر اعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

زرتعـــاون

❖ فی شمارہ 25 روپے ❖ سالانہ 300 روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500 روپے

❖ اعزازی تعاون 1000 روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30 امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ 8000 روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفر نگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفر نگر سے شائع کیا

(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	اداریہ (آن لائن تعلیم)	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	حضرت مولانا علی میاںؒ بطور اقبال شناس	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی	۵
☆	غزل	جناب سرفراز بزمی	۷
☆	گوشت خوری، مذہب اور قانون فطرت کی....	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۸
☆	دعوتی سوالات اور میرے جوابات	جناب ریاض موسیٰ ملیباری	۱۲
☆	مولانا نذر الحفیظ ندویؒ، ایک مخلص معلم اور...	مولانا عبدالمتین منیری بھٹکلی	۱۶
☆	نماز فجر کی پابندی، موانع اور تدابیر	مفتی عبداللہ قاسمی (حیدرآباد)	۲۳
☆	آسی یہ غنیمت ہیں تری عمر کے لمحے	مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی	۲۷
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۳۰
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۱
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۳۲

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **اگست** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

آن لائن تعلیم

مفید اور منفی نظریات کے تناظر میں

گزشتہ تقریباً ڈیڑھ برس سے پوری دنیا کورونا وائرس کی وبا سے جوجھ رہی ہے۔اس خطرناک وائرس سے انسانی زندگی کا ہر شعبہ بری طرح متاثر ہوا ہے،اور ہمارے عوام اس سلسلہ میں مسلسل ذہنی اذیت کا شکار،اور جان و مال کی جانب سے شدید خطرات سے دوچار ہیں انسانی زندگی کے جو شعبے اس عالمی وبا سے سب سے زیادہ متاثر ہیں ان میں تعلیم کا شعبہ بھی ہے، جہاں اس کے منفی اثرات بہت زیادہ محسوس کئے جا رہے ہیں۔اس صورت حال سے کسی حد تک نمٹنے کے لیے پورے ملک میں آن لائن کلاسیز کی شروعات کی گئی،تا کہ طلبہ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو اور انہیں تعلیم کا متبادل ذریعہ فراہم ہو سکے۔حالات کی مجبوری اور ضرورت کے تحت عصری تعلیم گاہوں اور یونیورسٹی کی سطح کے اداروں کے ساتھ ساتھ دینی مدارس،اور مسلمانوں کی بڑی مذہبی درس گاہوں میں بھی اس تجربہ کو آزمایا گیا،اور اس کے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔

دینی تعلیم کے ماہرین،اور مدارس سے وابستہ علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ طلبہ کو تعلیم فراہم کرنے کے لیے آن لائن کلاسیز سے مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہو سکتے ہیں،اور اس سے پیدا ہونے والے نقصانات،اس کے ذریعہ حاصل کئے جانے والے فوائد سے کہیں زیادہ ہیں۔اس لئے مدارس اسلامیہ میں بھی اس سلسلہ میں ایک طرح کی کشمکش اور بے یقینی سی محسوس ہوتی رہی ہے، ہمارے ملک کی سب سی بڑی دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند اور اس جیسے بہت سے مدارس نے ڈیڑھ سال کا یہ پورا عرصہ بغیر کسی تدریسی نظام کے گذارا، کیونکہ قانونی ہدایات اور وبائی مجبوریوں کی وجہ سے درس گاہوں میں موجود رہ کر تعلیم کی گنجائش نہیں تھی،اور آن لائن طریقہ تعلیم کو وہ اپنے نوعمر طلباء کے لئے مضر سمجھتے تھے، دوسری طرف دارالعلوم وقف دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے اداروں نے ان مشکل دنوں میں آن لائن نظام تعلیم کو اپنانے کی کوشش کی اور جس حد تک ممکن تھا تعلیم کے اس خلا کو پر کرنے،اور اپنے طلبائے عزیز سے رابطہ استوار رکھنے کے لئے استعمال کیا۔

پیش نظر تحریر میں ان اداروں سے وابستہ اپنے اکابر علماء کے افکار و نظریات کا موازنہ مقصود نہیں ہے،صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اگر لاک ڈاؤن اور کرونا کے یہ حالات مزید قائم رہے تو ہم ان حالات سے بہتر طور پر کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں،اور اپنے تعلیمی کارواں کو کس طرح آگے بڑھا سکتے ہیں۔آن لائن تعلیم نہ اپنانے والوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس نظام کے ذریعہ،اساتذہ سے ویسا استفادہ ممکن نہیں جیسا درس گاہ میں بیٹھ کر کیا جا سکتا ہے، یہاں اساتذہ کے احساسات وجذبات کو پوری طرح محسوس نہیں کیا جا سکتا،اور استاد کی موجودگی سے جو فضا بنتی ہے اس کا پوری طرح فقدان ہوتا ہے، جب کلاس لینے کے لیے طلباء انٹرنیٹ سے جڑ جاتے ہیں، تو کبھی کبھی نیٹ ورک ٹھیک نہ ہونے سے استادوں کی آواز ٹھیک سے سنائی نہیں دیتی۔کئی جگہوں پر نیٹ ورک میسر ہی نہیں ہوتا۔جب کہ کئی بچے غریب کنبوں سے تعلق رکھتے ہیں،ان کے پاس اینڈرائڈ فون ہی نہیں ہوتا ہے۔اس کے علاوہ کچی عمر کے طلباء کو بڑے فون مہیا کرانا،اور انہیں انٹرنیٹ کی دنیا سے جوڑ کر آزاد چھوڑ دینے کے جو نقصانات ہو سکتے ہیں،وہ انتہائی مہلک اور مضر ہیں۔انٹرنیٹ پر ہر طرح کا رطب و یابس مواد،اور ہر اچھی بری

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

چیز پوری فراوانی کے ساتھ موجود ہے، اور نئی نسلوں کو اس کی مضرتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے، ان تمام وجوہات سے بچوں کے تعلیمی معیار پر اس طریقہ تعلیم کے منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ اتنی مدت تک مدارس کے بند رہنے کی وجہ سے، اور تعلیم کا رشتہ منقطع ہو جانے کی وجہ سے طلباء کا نہ صرف مدارس سے، بلکہ اپنے اساتذہ اور محسنین سے تعلق بہت کم زور ہو گیا ہے، حفظ قرآن کے جو طلباء اتنے دن تعلیم سے دور رہے ہیں، ان کو نئے سرے سے اس سلسلہ سے جوڑنا کتنا مشکل ہوگا اس کا اندازہ اس راہ کا کوئی مسافر ہی لگا سکتا ہے، عالمیت کے طلباء بھی ابتدائی صرف ونحو، علوم اسلامیہ کی بہت سی فنی اصطلاحات سے دور ہو گئے ہیں، اور اب انہیں اس لائن میں آنے کے لئے نئے سرے سے محنت کی ضرورت ہوگی۔ اور بہت سارے لوگ تو اپنی لائن چھوڑ کر تجارت یا دوسرے شعبہ ہائے زندگی سے جڑ گئے ہیں، آن لائن تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے والے مدارس نے کم از کم اپنے طلباء واساتذہ کو، درس وتدریس کے مشغلے، اور دینی علوم کی محنت سے جوڑے رکھا ہے، اور کسی حد تک یہ طلباء آئندہ بھی ذہنی طور پر مدارس سے وابستہ رہنے کے لئے تیار ہیں، اور اس نظام کی بہت سی خرابیوں اور کم زوریوں کے باوجود ان کا مدارس اسلامیہ کے نظام سے جڑے رہنا بہت بڑی کامیابی ہے، اور ’’ مالا یدرک کله لایترک کله‘‘ کا حکیمانہ استعمال ہے۔

یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ موجودہ حالات میں مجبوری کے طور پر مدارس کے اپنے نظام کو محفوظ رکھنے، اور ممکن حد تک تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کا اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ آن لائن کلاسز جاری رکھی جائیں، اور اس میں جو قباحتیں ہیں، یا اس سے متعلق جو اندیشے ہیں، ایک زندہ قوم کے افراد کی طرح ان سے نمٹنے کی کوشش کی جائے اور غور وفکر کے بعد ان کا حل تلاش کیا جائے، ہمارے ماہرین تعلیم جہاں اس بات پر توجہ دیں کہ یہ نظام زیادہ مفید اور بار آور کیسے ہوسکتا ہے، وہیں یہ بھی مشورہ اور باہمی تدبر سے طے کیا جانا چاہئے کہ اس کے متوقع نقصانات سے امکانی حد تک کیسے بچا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں چند چیزوں پر توجہ دے کر ہم اس تعلیمی سلسلہ کو مزید مفید بنا سکتے ہیں، پڑھنے کے لئے ایک جگہ مختص کی جائے جہاں صرف پڑھنے کا کام کیا جاسکتا ہو، وہاں قدرتی روشنی اور مناسب تعلیمی ماحول کا انتظام کیا جائے، پڑھائی کے اوقات کو پہلے سے خالی رکھا جائے، اور دوسری کسی بھی مصروفیت کا اس میں گذر نہ ہو، پڑھائی کرتے وقت ضرورت کے بقدر نوٹس لینے کا اہتمام بھی کیا جائے، نظام ایسا مرتب کیا جائے کہ درمیانی گھنٹوں کے درمیان تھوڑا تھوڑا وقفہ بھی مل سکے، تاکہ اگلے پیریڈ کے لئے ذہن کو تیار کیا جاسکے۔ یہ بات بھی مفید ہوسکتی ہے کہ ایک سے زیادہ ہم سبق طلباء، ایک جگہ جمع ہو کر سبق سننے کی کوشش کریں، اور آخر میں مل جل کر مذاکرہ کرلیا کریں، آئندہ مذاکرہ کی نیت ہو گی تو تمام ساتھی سبق کو زیادہ توجہ سے سننے کی کوشش کریں گے۔ اساتذہ اور منتظمین کو بھی اس پر توجہ دینی چاہئے کہ ان کے اسباق زیادہ مرتب اور دل چسپ ہوں اور وہ تیاری کے ساتھ سبق پڑھائیں، موبائیل کے بے جا استعمال سے بچانے کے لئے گھر کا کوئی فرد ان بچوں کی نگرانی کرے، اور پڑھائی کے اوقات کے علاوہ ان کا موبائیل اہل خانہ کی تحویل میں رکھا جائے۔ ایسے اور بہت سے پہلوؤں پر غور کیا جائے جس سے اس نظام کو مزید مفید اور زیادہ بار آور بنایا جاسکتا ہے، شرط یہ ہے کہ ہم اپنا نفع نقصان سمجھنے کے لئے تیار ہوں۔

وصی سلیمان ندوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ

بطور اقبال شناس

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

مولانا علی کی قلمی کاوشوں پر نظر ڈالیں تو ایک حیرت انگیز تنوع کا احساس ہوتا ہے۔انہوں نے قرآن، حدیث، سیرت، فقہ، تاریخ، سوانح، تعلیم، تہذیب اور عمرانیات کے متعدد موضوعات پر مضامین نو کے انبار لگا دیئے۔لیکن اس کثرت و وسعت کے باوجود ان کی تصانیف اپنے مفاہم ومعیار کے اعتبار سے علمی وفکری اور معنوی اعتبار سے نہایت گراں مایہ اور بلند پایہ ہیں۔مولانا کی قلمی تگ وتاز کا ایک شعبہ علامہ اقبال کے فکر وفن کا مطالعہ بھی ہے۔فکر اقبال کے بعض پہلوؤں سے متعلق بعض مختصر تاثرات، وشذارت کے علاوہ انہوں نے عربی زبان میں ''روائع اقبال'' شائع کی، جس کا اردو ترجمہ (از مولوی شمس تبریز خان) ''نقوش اقبال'' کے نام سے شائع ہوکر قبول عام حاصل کر چکا ہے۔

''نقوش اقبال'' اقبالیات کی منتخب اور معیاری کتابوں میں سے ہے اور اردو زبان وادب اور اقبالیات کے طلبہ کے بعض نصابات میں بھی شامل ہے۔مولانا علی میاں نے فکر اقبال کی روح کو جس خوبی وخوبصورتی سے اس کتاب میں پیش کیا ہے اس کی داد اردو کے چوٹی کے ادیبوں اور نقادوں نے دی ہے۔جناب رشید احمد صدیقی کے خیال میں مولانا ابوالحسن علی ندوی پہلے عالم دین ہیں جس نے موجودہ صدی کی اردو شاعری کے سب سے بڑے نمائندہ اور عظیم شاعر اقبال کی شاعری اور شخصیت کا مطالعہ غیر معمولی شوق اور بصیرت سے کیا ہے.......سید صاحب کا ذہن، جدید ذہن کے تقاضوں سے آشنا ہے.....(اور وہ ان کے کلام میں......درک وبصیرت (رکھتے ہیں)۔معروف شاعر اور ادیب ماہر القادری ادبی نقد وانتقاد میں کسی سے رُو رعایت نہیں برتتے تھے۔تبصرہ کتب کے ضمن میں ان کی شہرت ایک اکھل کھرے مبصر کی تھی۔انہوں نے ''نقوش اقبال'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''فاضل مصنف نے جس نزاکت اور دیدہ وری کے ساتھ اقبال کے اشعار کی تشریح وترجمانی کی ہے، اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔کتاب پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے شبلی کا قلم، غزالی کی فکر اور ابن تیمیہ کا جوش واخلاص اس تصنیف میں کارفرما ہے۔۔اقبال پر بڑی اچھی کتابیں آئی ہیں مگر یہ کتاب اس مجاہد عالم کی لکھی ہوئی ہے جو اقبال کے مرد مومن کا مصداق ہے۔''

ماہر القادری نے آخری جملے میں جو بات کہی ہے وہ بڑی اہم اور معنی خیز ہے ذخیرہ اقبالیات میں بہت کچھ رطب ویابس ملتا ہے، کام کی چیزیں کم اور معیاری کتابیں تو بہت ہی کم ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بیشتر اہل قلم نے جو کچھ لکھا وہ محض ایک رسم وروایت نباہنے کے لئے لکھا۔اس کے برعکس مولانا علی میاں نے جو کچھ لکھا وہ ایک خاص عقیدے کے ساتھ ایمانی وابستگی اور اقبال کے ساتھ ایک فکری ومعنوی اور قلبی وذہنی ہم آہنگی کی بنیاد پر لکھا، چنانچہ ''نقوش اقبال'' کا مطالعہ کرتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ، اقبال کی فکر اور روح اس طرح گھل مل گئی ہیں جیسے پھول میں خوشبو اور ستاروں میں روشنی'' (ماہر القادری)

حقیقت تو یہ ہے کہ اقبال کے متن پر نقد وانتقاد کے گل بوٹے سجانا اور تجزیہ وتحلیل کے نام پر طول طویل مضمون باندھنا اور کتابوں کے انبار لگانا بلاشبہ ایک طرح کا کمال فن اور ہنرمندی کی بات ہے....مگر فکر اقبال کی روح کو اپنے اندر جذب کرکے اور ان کی شاعری کا صحیح فہم وتفقہ حاصل کرکے اقبال کی ترجمانی اور ان کے پیغام ''حیات ابدی'' کا ابلاغ بالکل ایک مختلف چیز ہے۔اقبالیات کے ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے راقم السطور کا احساس ہے کہ مولانا علی میاں امت مسلمہ کے بارے میں علامہ اقبال کی تمناؤں اور آدرشوں کے نقیب تھے۔''بال جبریل'' کی نظم

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

''ساقی نامہ'' میں علامہ کہتے ہیں:

مرے دیدۂ تر کی بے خوابیاں
مرے د ل کی پوشیدہ بے تابیاں
مرے نالۂ نیم شب کا نیاز
مری خلوت و انجمن کا گداز
امنگیں مری ، آرزوئیں مری
امیدیں مری ، جستجوئیں مری
مری فطرت آئینۂ روزگار
غزالانِ افکار کا مرغزار
مرادل، مری رزم گاہِ حیات
گمانوں کے لشکر، یقیں کا ثبات
یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر
اسی فقیری میں ہوں میں امیر
مرے قافلے میں لٹا دے اسے
لٹا دے، ٹھکانے لگا دے اسے

مولانا علی میاں اسی ''متاع فقیر'' کے امین تھے۔ راقم السطور کی طرح جن اصحاب نے بھی مولانا کی تحریروں کا کچھ نہ کچھ مطالعہ کیا ہے انہیں اندازہ ہوگا کہ مولانا کے لفظوں، جملوں اور انداز و اسلوب میں علامہ ہی کے قلب مضطر اور انہی کی امنگوں آرزوؤں، امیدوں اور انہی کے سوز جگر کا عکس جمیل نظر آتا ہے۔ مولانا کی درجنوں تصانیف، تقاریر، خطابات، اور ان کی خودنوشت ''کاروانِ زندگی'' اقبال کے معنوی فیض سے معمور ہے۔

علامہ اقبال سے علی میاں کا ذہنی ربط دس برس کی عمر میں قائم ہوا، کلام اقبال کے مسلسل مطالعے سے یہ ربط نشو ونما پاتا رہا۔ ان کے عزیز دوست مسعود عالم ندوی، مولانا علی میاں کے بقول علامہ اقبال کے ''بڑے پرجوش مبلغ تھے۔'' اور اقبال کے بارے میں ان کی حمایت، حمیت تک پہنچی ہوئی تھی۔ اسی زمانے سے دونوں دوستوں نے اقبال کو عرب دنیا میں متعارف کرانے کا عزم کرلیا۔

علامہ کی وفات پر یہ عزم اور پختہ ہوگیا۔ علی میاں نے مسعود عالم صاحب کو پٹنہ خط لکھا کہ آپ ان کی حیات و پیغام پر لکھیں اور میں ان کے کلام کو عملی جامعہ پہناؤں گا۔ علی میاں کہتے ہیں کہ ہم نے اس مہم میں باہمی تعاون کا وعدہ کیا۔ مسعود عالم نے بعض عربی جرائد میں متعدد مضامین لکھے، مگر ان کی زندگی نے وفا نہ کی، چنانچہ عربوں کو اقبال سے روشناس کرانے کا فرض علی میاں نے ادا کیا اور خوب کیا۔ عالم عرب میں اقبال شناسی کے فروغ میں عبدالوہاب عزام کے بعد غالبًا علی میاں کا حصہ سب سے اہم ہے۔ بقول رشید احمد صدیقی:

''کیا مبارک یہ اتفاق ہے کہ عربی زبان میں عرب قوم کو اقبال کے پیغام سے آشنا کرنے کا امتیاز سید صاحب کے حصے میں آیا۔''

اقبال کی شاعری اور فکر سے اسی وابستگی کا نتیجہ ہے کہ موضوع کچھ بھی ہو اقبال کے اشعار ان کے محسوسات و جذبات کا روپ دھار کر علی میاں کی دلی ترجمانی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جب وہ ہسپانیہ جاتے ہیں اور اپنے بقول وہاں سے دل پر چوٹ لے کر آتے ہیں تو بے اختیار ان کا ذہن علامہ کے اس مصرعے کی طرف منتقل ہوتا ہے:

آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں

آکسفورڈ یونیورسٹی میں پیش کردہ مقالے کو وہ ''پس چہ باید کرد.....'' کی نظم ''حرفے چند با امت عربیہ'' پر ختم کرتے ہیں کہ اس سے ان کے خیال میں ''نہ صرف کانوں بلکہ دلوں اور روحوں کا ذائقہ بھی تبدیل ہوگا۔'' مسلمانوں کے عروج پر زوال پر بحث کے ضمن میں وہ امت مسلمہ کو امید کی شعاع قرار دیتے ہیں تو اقبال کی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' کے بعض اشعار ان کے احساسات کے ترجمان بنتے ہیں۔ کبھی وہ عالم اسلام کے حالات پر اقبال کے الفاظ میں اس طرح شکوہ سنج ہوتے ہیں۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

وہی آب وگل ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

اقبال کے بعض مصرعے اور ٹکڑے علی میاں کی تقاریر و مضامین کے عنوان یا ضمنی عنوان بنتے ہیں، جیسے پاجا سراغ زندگی.....کسی جمشید کا ساغر نہیں میں....محبت مجھے ان جوانوں سے ہے.......خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی .... حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری........مقصود ہنر سوز حیات ابدی ہے.......خدا کی بستی دکاں نہیں ہے.......وغیرہ

دراصل ان کی جملہ تصانیف میں علامہ اقبال کی فکر اور پیغام اقبال ہی کی روح کارفرما ہے۔ ہمارے جید علمائے کرام میں غالبًا کسی نے بھی علامہ اقبال سے اس قدر اعتنا نہیں کیا او نہ ان کی شاعری سے اس قدر استشہاد کیا ہے، جتنا علی میاں نے۔

علامہ اقبال سے مولانا علی میاں کے تعلق خاطر کا ایک زاویہ یہ بھی ہے کہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد کی بنیاد پر وجود میں آنے والا ملک، علی میاں کی نظر میں ''کاروانِ ملت کا جلیل القدر مسافر'' اور ملت اسلامیہ کی ترقی وعروج اور سربلندی کے باب میں ان کی امیدوں اور تمناؤں کا مرکز ہے کیوں کہ ''یہ ملک بلند مقام اور بلند نسبت پر قائم ہوا تھا''

مولانا پاکستان کی سرزمین اور اس کی مٹی کی زرخیزی کے قائل تھے اور اہل پاکستان کے دل و دماغ کی زرخیزی کے مداح بھی مگر انہیں افسوس تھا کہ یہاں ''مردم خیزی کا کام ابھی شروع نہیں ہوا۔ 1978 میں کراچی یونیورسٹی میں ایک تقریر کا حسب ذیل حصہ یہاں کی موجودہ صورتِ حال میں بہت معنی خیز ہے۔

''آج ملت اسلامیہ پاکستان کو ایک ضرب کی ضرورت ہے اس لئے کہ قوموں کی کشتی اس کے بغیر ساحل تک نہیں پہنچ سکتی، جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں۔ وہ ایک معجزے کے طالب ہے۔ اور یہ معجزہ اسلام کے ابدی پیغام میں مضمر ہے۔

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا، وہ ہنر کیا

غزل

اللہ نگہبان ترا ، اے دل بے تاب!
ٹوٹی ہوئی کشتی ہے، بپھرتے ہوئے گرداب

جو موج حوادث کے تھپیڑوں میں پلا ہو
موتی وہی ہوتا ہے جہاں میں دُرِ نایاب

پھر آج دعاؤں میں گھٹا مانگ رہا ہے
سوکھے ہوئے تالاب میں بیٹھا ہوا سرخاب

اے زورِ علی ، فقر ابو ذر سے برومند
بے زور ترے سامنے ہر رستم و سہراب

تریاق کے کوزے میں بھرا زہر ہلاہل
اللہ رے ! میخانۂ مغرب کی مئے ناب

دل توڑنے والے تجھے معلوم نہیں ہے
سوکھی ہوئی آنکھوں سے ابل پڑتے ہیں سیلاب

نغمات سے بیزار ، مغنی سے گریزاں
سازوں کو ترس جائیں نہ ٹوٹے ہوئے مضراب

تو اپنی حقیقت کا شناسا نہیں ورنہ
دریا ترے دامن میں ہے اے ماہیِ بے آب

بزمیؔ یہ جفاؤں کے سلگتے ہوئے صحرا
اللہ رکھے تجھ کو زمانے میں ظفریاب

سرفراز بزمی
سوائی مادھو پور (راجستھان)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

گوشت خوری

مذہب اور قانون فطرت کی روشنی میں!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اسلام نے جہاں انسان کو اپنے کرم سے سرفراز فرمایا، وہیں بے زبان جانوروں کو بھی اپنی رحمتِ بے کراں سے مالا مال کیا ہے، اسلام سے پہلے عربوں کے گزر بسر کا ذریعہ یہی جانور تھے، ان کا دُودھ غذا کا کام دیتا تھا، ان کی پشت سواری اور بار برداری کا سب سے بڑا ذریعہ تھی، ان کی تجارت کا دارومدار ان ہی سواریوں پر تھا، ان کے چمڑوں سے بھی مختلف کام لئے جاتے تھے؛ لیکن ان سب کے باوجود جانوروں کے ساتھ ان کا سلوک بڑا بے رحمانہ تھا آپ ﷺ نے اس کو منع فرمایا، جانور کے منھ پر مارنے کی ممانعت کی (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۶۵۲) لوگ جانوروں کو باہم لڑاتے اور اس کا تماشہ دیکھتے تھے، آپ ﷺ نے اس درندگی کو روکا (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۶۵۲) جانور کی خوراک اور ضروریات کی رعایت کرنے کا بھی حکم دیا، ایک اُونٹ کو دیکھا کہ اس کا پیٹ پشت سے لگا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۸۴۵۲) آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ اگر سر سبز وشاداب موسم میں سفر کرو تو آہستہ چلاؤ اور جانور کو اس سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دو، اور قحط کا موسم ہو تو تیز تیز چلاؤ، (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۹۶۵۲) آپ ﷺ نے اس بات کی بھی تلقین کی کہ جو جانور جس کام کے لئے ہے، اس سے وہی کام لو؛ اس لئے آپ ﷺ نے جانور کو منبر (اسٹیج) بنانے سے منع فرمایا، (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۹۶۵۲) مطلب یہ ہے کہ جانور کو اسٹیج کے طور پر استعمال نہ کیا جائے؛ کیوں کہ رُکی ہوئی حالت میں بوجھ کا احساس بڑھ جاتا ہے، چلتی ہوئی حالت میں کم ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخرت کا ثواب وعذاب جانوروں کے ساتھ اچھے اور بُرے سلوک سے بھی متعلق ہے، قیامت کے دن ایک عورت محض اس لئے دوزخ میں ڈالی جائے گی کہ اس نے ایک بلّی کو باندھ رکھا تھا، اسے اس کا موقع نہیں دیا گیا کہ وہ خود کھائے اور دوڑ دھوپ کر اپنی ضرورت پوری کرے، (بخاری، باب فضل سقی الماء حدیث نمبر: ۵۶۳۲) اور ایک شخص اس بنا پر جنت میں داخل کیا جائے گا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کی پیاس دُور کی ہوگی اور اسے پانی پلایا ہوگا، (بخاری، باب فضل سقی الماء، حدیث نمبر: ۳۶۳۲) آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی کھیتیوں میں سے چرند و پرند جو کھالیں، اس پر بھی صدقہ کا ثواب ہے۔ (صحیح بخاری، باب فضل الزرع والفرس، حدیث نمبر: ۰۲۳۲)

اسلام نے گوشت خوری کو لازم تو نہیں کیا ہے، مگر اس کی اجازت ضروری ہے؛ لیکن بلا وجہ جانوروں کو مارنے کے درپے ہونا درست نہیں ہے، کسی صاحب نے ایک گوریا پکڑ رکھی تھی اور اس کی ماں بے قرار تھی، آپ ﷺ نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلا ضرورت ایک گوریّا کو ذبح کرنے پر بھی جواب دہی ہے؛ (السنن الکبریٰ للنسائی، باب من قتل عصفوراً بغیر حقہا، حدیث نمبر: ۹۱۵۴) اسی لئے جو چیزیں انسانی کام نہیں آتیں، آپ ﷺ نے ان کو مارنے سے منع فرمایا، چیونٹی، شہد کی مکھی اور ھُدھُد وغیرہ کے مارنے کی آپ ﷺ نے صراحتاً ممانعت فرمائی، (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۸۲۷۵) کسی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جان دار کے جلانے کو آپ ﷺ نے شدت سے روکا ہے، ایک دفعہ لوگوں نے ایسی جگہ چولہا سلگایا، جہاں چیونٹی کے بل تھے، آپ ﷺ نے چولہا بجھانے کا حکم دیا، (سنن ابی داؤد، باب فی قتل الذر، حدیث نمبر: ۸۶۲۵) خود حدیث میں ایک پیغمبر کا ذکر ہے، جن کے حکم سے چیونٹیاں جلائی گئی تھیں، اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۲۲)

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اسلام نے گوشت خوری کی اجازت دے کر بے رحمی کا ثبوت دیا ہے، ہمارے بعض ناواقف ہندو بھائیوں کے یہاں تو اسلام نام ہی گوشت خوری کا ہے، اس سلسلہ میں اول تو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ہندوستانی مذاہب کے سوا دُنیا کے تمام مذاہب میں گوشت خوری کی اجازت دی گئی ہے اور گوشت کو ایک اہم انسانی غذا تسلیم کیا گیا ہے، ہندوستانی نژاد مذاہب میں بھی حقیقت یہ ہے کہ سوائے ''جین مذہب'' کے، تمام مذاہب میں گوشت خوری کا جواز موجود تھا، بودھ مذہب میں بھی گوشت کھایا جاتا تھا، بعد میں انھوں نے اہنسا کا تقاضا سمجھا کہ گوشت خوری ترک کردی جائے، اس لئے منع کردیا گیا، آج کل ہندو بھائیوں کے یہاں یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ ان کے یہاں گوشت خوری سے منع کیا گیا ہے؛ لیکن یہ محض اپنے مذہب اور اپنی تاریخ سے ناواقفیت ہے، خود ویدوں میں جانوروں کے کھانے پکانے اور قربانی کا تذکرہ موجود ہے، رگ وید میں ہے:

اے اندر! تمہارے لئے پسان اور وشنو ایک سو بھینسیں پکائیں۔ (رگ وید: ۶/۱۱-۱۷)

یجر وید میں گھوڑے، سانڈ، بیل، بانجھ گایوں اور بھینسوں کو دیوتا کی نذر کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ (یجر وید، ادھیائے: ۲۰/۷۸)

منوجی نے مختلف مواقع پر نہ صرف گوشت کھانے کی اجازت دی ہے؛ بلکہ اس کی ترغیب بھی دی ہے اور جو شخص اس سے انکار کرے اس کو اگلے جنم میں سزا کا مستحق قرار دیا ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

= گوشت خور روزانہ شکار کرتا اور گوشت کھاتا ہے، اور یہ کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ کھانے والے اور کھائے جانے والے دونوں کو خالق نے (اسی مقصد کے لئے) پیدا کیا ہے۔ (منو، باب: ۵، اشلوک: ۳۰)

= ایک شخص جو گوشت خوری سے انکار کرتا ہے، مرنے کے بعد اکیس جنم تک جانور کے روپ میں رہتا ہے۔ (منو، باب: ۵، اشلوک: ۴۵)

منوجی یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ اگر جانور قربانی کے لئے ذبح کیا جائے، تو یہ قتل کرنا نہیں ہے:

خود سومبھو نے جانوروں کو قربانی کے لئے پیدا کیا، یگیہ کل (عالم) کی بھلائی کے لئے ہیں؛ چنانچہ (جانوروں کا) یگیہ کی غرض سے ذبح کرنا قتل کرنا نہیں ہے۔ (منو، باب: ۵، اشلوک: ۳۹)

منوسمرتی میں کہا گیا ہے:

مچھلی کے گوشت سے دو ماہ تک، ہرن کے گوشت سے تین ماہ تک، بھیڑیئے کے گوشت سے چار ماہ تک اور پرند جانور کے گوشت سے پانچ مہینے تک پتر آسودہ رہتے ہیں۔ (منوسمرتی، ادھیائے: ۳/۲۶۸)

یہ مضمون مہابھارت میں بھی موجود ہے؛ چنانچہ مہابھارت میں یدھشٹر اور بھیشم کا مکالمہ اس طرح نقل کیا گیا ہے:

یُدھشٹر نے کہا: اے مہاشکتی شالی! مجھے بتا کہ وہ کیا چیز ہے جسے اگر اپنے پُرکھوں کی روحوں کو بھینٹ کروں تو وہ کبھی ختم نہ ہو، وہ کیا بھینٹ ہے جو ہمیشہ باقی رہ جائے؟ وہ کیا ہے جو لافانی ہوجائے؟

بھیشم نے کہا: میری بات سن! اے یدھشٹر! وہ نذر کیا ہیں جو کوئی شخص شردھا میں چڑھائے اور جو شردھا کے لئے اچھی ہوں اور وہ کیا پھل ہیں جو ہر ایک کے ساتھ جوڑے جائیں، تل اور چاول اور جو اور ماش اور پانی اور جڑیں اور پھل، اگر انھیں شردھا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں نذر کیا جائے تو اے بادشاہ! تیرے پرکھوں کی آتمائیں دو مہینے تک خوش رہیں گی، (بھیڑ کے) گوشت کی قربانی انھیں تین مہینوں تک اور خرگوش کی قربانی چار مہینوں تک خوش رکھے گی، بکری کے گوشت کی قربانی سے وہ پانچ مہینوں تک، سور کے گوشت سے چھ مہینوں تک خوش رہیں گے، اور پرندوں کا گوشت انھیں سات مہینوں تک خوش رکھے گا، ایک ہرن کا گوشت جسے پریشاتا کہتے ہیں اور گوایا کا گوشت دس مہینے تک اور بھینس کے گوشت کی قربانی انھیں گیارہ مہینے تک خوش رکھے گی، یہ کہا جاتا ہے کہ شردھا پردی کی گئی گائے کے گوشت کی قربانی ایک سال تک باقی رہتی ہے، قربانی کے گوشت کی بھینٹ ایک سال تک باقی رہتی ہے، قربانی کے گوشت کے ساتھ اتنا گھی ملایا جائے کہ وہ تیرہ پرکھوں کی آتماؤں کو بارہ برس تک خوش رکھ سکے۔ (مہا بھارت، انوساشن بھیروا، تیرہویں کتاب، ادھیائے:۸۸)

خود گاندھی جی نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ایک زمانہ تک ہندو سماج میں جانوروں کی قربانی اور گوشت خوری کا عمل عام تھا، اور ڈاکٹر تاراچند کے بقول ویدک قربانیوں میں جانوروں کے چڑھاوے بھی ہوا کرتے تھے۔

جس ذات نے انسانوں کو اور دنیا کی تمام چیزوں کو پیدا فرمایا ہے اس نے بھی ہمارے وجود میں فطرت کے اشارے رکھے ہیں جو بتاتے ہیں کہ انسان کے لئے گوشت خوری کی اجازت ہونی چاہئے؛ کیوں کہ:

(الف) بعض جانداروں کے اندر صرف ایسے دانت رکھے گئے ہیں جو نباتات کو چبانے کے کام آتے ہیں، جیسے گائے، بیل وغیرہ، ان کے منھ میں نوکدار دانت نہیں ہیں، یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کی خوراک نباتات ہے، بعض جانور وہ ہیں جن کے سارے دانت نوکدار ہیں، جس سے گوشت کھایا جا سکتا ہے، جیسے شیر، بھیڑیا، کتا وغیرہ، یہ اس بات کی علامت ہے کہ گوشت وغیرہ ہی ان کی خوراک ہے، انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دونوں طرح کے دانت پائے جاتے ہیں، وہ بھی جن سے نباتات کھائے جائیں اور وہ بھی جن کے ذریعہ گوشت کو خوراک بنایا جائے؛ اس میں یقیناً قدرت کا اشارہ ہے کہ انسان کو لحمی اور غیر لحمی دونوں طرح کی غذا استعمال کرنی چاہئے۔

(ب) جاندار مخلوقات کے جسم میں ایک عضو ''معدہ'' رکھا گیا ہے، جس کا کام خوراک کو ہضم کرنا ہے، سبزی خور جانور جب گوشت کھا لے تو معدہ اس کو ہضم نہیں کرتا، گوشت خور جانور سبزی کو منھ ہی نہیں لگاتا؛ لیکن انسان کے معدہ میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ وہ لحمی اور غیر لحمی دونوں طرح کی غذاؤں کو ہضم کرتا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ قدرت نے انسان کو لحمی اور غیر لحمی دونوں طرح کی غذاؤں کا ضرورت مند بنایا ہے۔

(ج) انسانی جسم میں جو توانائیاں مطلوب ہیں، وہ صرف نباتاتی غذاؤں سے حاصل نہیں ہو پاتیں؛ بلکہ ان کے لئے لحمی غذاؤں کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اگر وہ غذا کی شکل میں لحمیات کا استعمال نہیں کرتے تو دوا کی شکل میں ان کا استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں؛ اس لئے انسان کا گوشت خور ہونا صرف ایک خواہش نہیں ہے؛ بلکہ یہ فطرت کی آواز ہے۔

جو لوگ گوشت خوری کو منع کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ زندہ وجود کو قتل کرنے یعنی ''جیو ہتیا'' کا باعث بنتا ہے؛ لیکن غور کیا جائے تو کائنات کا فطری نظام یہی ہے کہ خالق کائنات نے کم تر مخلوق کو اپنے سے اعلیٰ کے لئے غذا اور وسیلۂ حیات بنایا ہے، غور کریں کہ کیا اس جیو ہتیا سے بچنا ممکن بھی ہے، آپ جب پانی یا دُودھ کا ایک گلاس اپنے حلق سے اُتارتے ہیں تو سینکڑوں جراثیم ہیں جن کے لئے آپ اپنی زبانِ حال سے پروانہ موت لکھتے ہیں، پھر آپ جن دواؤں کا استعمال کرتے ہیں، وہ آپ کے جسم میں پہنچ کر کیا کام کرتی ہیں؟ یہی کہ جو مضر صحت جراثیم آپ کے جسم میں پیدا ہو گئے ہوں اور پنپ رہے ہوں، ان کا خاتمہ کر دیں، پس جیو ہتیا کے وسیع تصور کے ساتھ تو آپ پانی تک نہیں پی سکتے اور نہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دواؤں کا استعمال آپ کے لئے روا ہوسکتا ہے۔

پھر آج کی سائنس نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح حیوانات میں زندگی اور روح موجود ہے، اسی طرح پودوں میں بھی زندگی کارفرما ہے اور نباتات بھی احساسات رکھتے ہیں، خود ہندو فلسفہ میں بھی پودوں میں زندگی مانی گئی ہے، سوامی دیانند جی نے ''آواگون'' میں روح کے منتقل ہونے کے تین قالب قرار دیئے ہیں، جن میں ایک نباتات بھی ہے، یہ نباتات میں زندگی پائے جانے کا کھلا اقرار ہے، تو اگر جیو ہتیا سے بچنا ہو تو نباتاتی غذا سے بھی بچنا ہوگا، غرض کہ اس کائنات میں ایسے انسانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، جو مکمل طور پر جیو ہتیا سے بچ کر جینا چاہیں۔

بعض سبزی خور کہتے ہیں کہ پودے تکلیف محسوس نہیں کرتے، اس لئے پودوں کو ختم کرنے کا جرم جانوروں کو ختم کرنے سے کمتر جرم ہے، اس سلسلہ میں مشہور دانشور ڈاکٹر ذاکر نائیک کا بیان بہت چشم کشا ہے، لکھتے ہیں کہ:

آج سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ پودے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں، تاہم ان کی چیخ پکار انسان نہیں سن سکتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے کان ان آوازوں کو نہیں سن سکتے جو سماعت کی حدود (20 ہرٹز تا 20000 ہرٹز) سے باہر ہوں، کوئی آواز اس رینج سے زیادہ ہو یا کم تو وہ انسانی کان میں نہیں آتی، کتے 40000 ہرٹز تک کی آواز سن سکتے ہیں؛ لہٰذا ایسی آوازیں جن کی مقدار (Frequency) 20000 ہرٹز سے زیادہ اور 40000 ہرٹز سے کم ہو، اُنھیں صرف کتے سن سکتے ہیں انسان نہیں، کتے اپنے آقا کی سیٹی کی آواز پہچانتے ہیں اور اس کی طرف چلے آتے ہیں، ایک امریکی کسان نے تحقیق کی اور اس نے ایسا آلہ ایجاد کیا جو پودوں کی چیخ پکار کو اس طرح تبدیل کر دیتا ہے کہ اسے انسان سُن سکے، اس کے ذریعہ سے وہ فوراً یہ محسوس کرنے کے قابل ہوگیا کہ پودا کب پانی کے لئے چیخ رہا تھا۔ جدید تحقیقات نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ پودے خوشی اور غم کو بھی محسوس کرتے ہیں اور چلا بھی سکتے ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ پودے صرف دو یا تین حواس رکھتے ہیں؛ جب کہ جانوروں کے پانچ حواس ہوتے ہیں، اس لئے پودوں کو ختم کرنا جانوروں کو ختم کرنے سے کم درجے کا جرم ہے؛ لیکن یہ درست نہیں، فرض کریں آپ کا بھائی پیدائشی گونگا اور بہرہ ہو اور اس کے دو حواس دوسرے انسانوں کی نسبت کم ہوں، وہ بڑا ہو جائے اور کوئی اس کو قتل کر دے، تو کیا آپ منصف سے کہیں گے کہ اسے کم سزا دیں؛ کیوں کہ آپ کا بھائی دو حواس کم رکھتا ہے؟ جی نہیں! اس کے برعکس آپ کہیں گے کہ اس نے معصوم کو قتل کیا ہے، اس لئے منصف کو چاہئے کہ اسے زیادہ سزا دے۔

اللہ تعالیٰ کا نظام کچھ ایسا ہے کہ جانوروں میں شرح پیدائش انسانوں سے بہت زیادہ ہوتی ہے، اگر یہ تعداد کنٹرول سے باہر ہو جائے تو اس سے نہ صرف انسانی آبادی کو بلکہ خود جانوروں کو بہت نقصان ہوتا ہے، یہ راستوں میں ٹریفک کے نظام کو درہم برہم کر دیتے ہیں، یہ ہری بھری کھیتیوں کو کھا جاتے ہیں اور جب ان کو ضرورت کے مطابق غذا فراہم نہیں ہوتی ہے تو بیمار پڑتے ہیں اور کوئی ان کی دیکھ ریکھ کرنے والا نہیں ہوتا، یہاں تک کہ بہت سارے جانور پلاسٹک کی تھیلیاں کھا لیتے ہیں اور سخت تکلیف کے ساتھ ان کی موت ہوتی ہے، یہ محض فرضی باتیں نہیں ہیں؛ بلکہ دن رات مشاہدہ میں آتی ہیں، ٹریفک نظام میں خلل، کھیتیوں کی بربادی اور جب جانور دودھ دینے کے لائق باقی نہ رہے تو اس کی غذا سے محرومی، ان گوشالوں میں دیکھی جا سکتی ہے جو بظاہر گائے کو آرام پہنچانے کے لئے بنائے گئے ہیں؛ لیکن حقیقت میں وہ ان کے لئے تکلیف کا، بھکمری کا اور اذیت ناک موت کا سبب بن جاتے ہیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دعوتی سوالات اور میرے جوابات

جناب ریاض موسیٰ ملیباریؒ

قسط:۱۰

برصغیر کے معروف داعی دین جناب ریاض موسیٰ ملیباری، غیر مسلموں میں دعوت کے حوالہ سے ایک بہت معتبر نام ہے، انھوں نے اپنی پوری زندگی اور تمام توانائیاں بلکہ اپنی جمع پونجی بھی اس کار خیر کے لئے وقف کر رکھی تھی، اپنے دعوتی تجربات کی روشنی میں انھوں نے اس سلسلہ کے بہت سے سوالوں کے جواب ''دعوتی سوالات'' کے نام سے مرتب کئے تھے، جنہیں ارمغان کے قارئین کے لئے قسط وار پیش کیا جا رہا ہے، یہاں یہ وضاحت مفید ہوگی کہ یہ تمام جوابات دعوتی تناظر میں دیئے گئے ہیں، احکام وفتاوی کے لحاظ سے، اور اپنی ضرورت کے اعتبار سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان میں ترمیم کی جاسکتی ہے۔ امید ہے کہ کاروان دعوت کے مسافر اس کی روشنی میں اپنا سفر اور زیادہ کامیابی کے ساتھ طے کرسکیں گے۔ ....ادارہ

سوال: ایران، ترکی، افغانستان، انڈونیشیا، ملیشیاء جیسے ممالک میں جب اسلام داخل ہوا تو سارے کے سارے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور وہ ممالک اسلامی ممالک میں تبدیل ہوگئے، بھارت کے اندر بھی اسلام اسی وقت آیا لیکن یہاں وہ صورت حال پیدا نہیں ہوئی، آخر ایسا کیوں؟

جواب: ہر ملک میں اسلام پھیلنے کے الگ الگ اسباب ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے زمین کے ایک بڑے حصے کو فتح کر لیا اور وہ اسلامی ممالک بن گئے۔

لیکن افغانستان میں اسلام پھیلنے کے اسباب کچھ مختلف ہیں سب سے پہلے حضرت حسن بصریؒ نے افغانستان جا کر ایک مسجد تعمیر کی اور پھر وہیں سے اسلام کی نشر واشاعت شروع کی، ٹھیک بصرہ ہی کی طرح افغانستان میں بھی مسجد ہی میں مدرسہ شروع کیا۔ اس مدرسہ کے طلبہ کو طالبان کہتے تھے، آج افغانستان کی تقریباً ۳۰۰۰ تین ہزار مسجدوں میں مدرسے پائے جاتے ہیں کسی میں طلبہ کی تعداد ہزاروں ہے تو کسی میں دسیوں، یعنی کچھ نہ کچھ طلبہ مدرسوں میں پائے جاتے ہیں طلبہ کی تعداد کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ

ملیشیا اور انڈونیشاء کے لوگ بہت ہی سلیم الفطرت ہوتے ہیں اسی وجہ سے وہاں تھوڑی ہی محنت کے نتیجے میں اکثریت نے اسلام کو قبول کر لیا۔ لیکن انڈیا کے حالات بالکل الگ اور جداگانہ ہیں، یہاں ذات پات کا نظام ہے اور ذات پات کے نظام میں یہ بات ناممکن ہے کہ ایک شخص ایک ذات سے دوسری ذات میں منتقل ہوجائے۔ لہٰذا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ذات پات کی طرح اسلام میں داخل ہونا بھی ناممکن ہے، یہ لاعلمی بھی ایک وجہ تھی اور آج بھی ہے پھر بھی اگر اچھی طرح محنت کی جاتی تو یہاں کے لوگ بھی اور ممالک کی طرح پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوجاتے۔ اور جہاں تک پورے بھارتی لوگوں کے اسلام قبول کرنے کا مسئلہ ہے تو اس کا اندازہ کچھ اس طرح سے لگایا جاسکتا ہے۔ ۲۵٪ لوگ بہت آسانی سے اسلام قبول کریں گے اور ۲۵٪ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان پر مسلمان ۵۰٪ محنت کریں تو وہ اسلام قبول کر سکتے ہیں۔ اور ۲۵٪ لوگوں کے لئے ہر مسلمان ۱۰۰٪ محنت کرے تو وہ اسلام قبول کر سکتے ہیں، تاریخِ ہند اس کی دلیل ہے۔

پاکستان ۱۹۴۷ء میں بھارت کا ایک حصہ تھا، اس علاقے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں علماء کرام اور اولیاء کرام نے کافی محنت اور کوششیں کی تو وہ علاقہ مسلمان ہوا، اسی طرح بنگلہ دیش بھی۔ اگر ایسے ہی پورے انڈیا میں محنت کی جاتی تو نتیجہ کچھ اور ہی ہوتا۔

یہ دونوں ملک اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ اگر انڈیا میں مطلوبہ محنت کی جائے تو انشاء اللہ ضرور پورا کا پورا ملک مشرف بہ اسلام ہوگا۔

امت کے نوجوانوں سے میرا ایک سوال یہ ہے کہ آپ لوگ اس مطلوبہ محنت کے لئے تیار ہیں؟ اگر تیار ہیں تو آیئے ایک ایک قدم آگے بڑھایئے انشاء اللہ، اللہ آپ کی مدد کرے گا اور کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

مسلمانوں نے بھارت پر حکومت کی تو ان کا مقصد دوسرا تھا، انڈیا میں صحابہ کرام کا تقریباً ۲۰۰ کا وفد مالابار کے علاقہ میں دعوت کیلئے آیا اور ۲۸ صحابہ کرام کی قبریں ایک ہی جگہ موجود ہیں

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کالی کٹ میں آکر دعوتی کام انجام دیا جس جگہ انہوں نے اپنا گھر بنایا تھا اس علاقے کا نام آج بھی ''مغیردار'' ہے۔ ان کے علاوہ مالک بن دینار، حبیب بن دینار کے ساتھ ۱۶/افراد کی ایک جماعت بھی آئی۔ حبیب بن دینار نے ۱۱/مسجدیں تعمیر کیں۔

اسی وجہ سے مالابار کے علاقہ میں اسی زمانے سے مسلمانوں کی تعداد کافی ہے، اس علاقے میں اسلام کے پھیلنے میں یمن کے تاجروں نے بھی اہم رول وکردار ادا کیا ہے۔

بھارت کے شمالی علاقوں میں ایران، عراق اور افغانستان سے علماء کرام رحمۃ اللہ علیھم اجمعین تشریف لائے اور دین اسلام کی نشرواشاعت کی۔

گجرات کے علاقے میں تابعین کے وفود بڑی کثرت سے آئے جہاں جہاں محنت ہوئی وہاں وہاں ایک حد تک کامیابی ملی۔

مدراس کے قریب تمیم انصاریؓ، کیرالہ میں عدی بن حاتمؓ، مالک بن دینارؒ کی قبریں ہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: کچھ لوگ ہماری دعوت کو سننا نہیں چاہتے۔ ایسے لوگوں کو ہم اپنی باتیں کیسے سنائیں؟

جواب: ہاں! دعوتی میدان میں کچھ ایسے لوگ بھی مل سکتے ہیں جو ہماری باتیں سننا گوارہ نہیں کرتے، لیکن عموماً ایسا نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اکثریت ہماری باتوں کو بڑے غور سے سنتی ہے۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر ایک داعی اپنا کامل تزکیہ کے ساتھ دعوتی کام انجام دے تو لوگ اس کی باتیں سنیں گے اور وہ داعی اپنے مقصد دعوت میں انشاء اللہ ضرور کامیابیوں سے ہم کنار ہوگا۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: کیا ایک مسلمان بننے کے لئے کسی بھی جماعت کا ممبر بھی ہونا ضروری ہے؟

جواب: اسلامی تاریخ میں جماعتیں بنانے کا سلسلہ اسی صدی میں شروع ہوا۔ صحابہ، یا اسلاف، ائمہ اربعہ اور مجدّ دین میں سے کسی نے بھی ایسی جماعت بنائی ہو ہمیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بغیر جماعت بنائے ہوئے انہوں نے اپنا کام کس طرح انجام دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک عالم اپنے چند شاگردوں کو لے کر کام کرتے تھے، یہ رواج اسلامی تاریخ میں شروع ہی سے ہے۔

امتِ مسلمہ کہنے سے مراد وہ ایک جماعت ہے اس میں سے ایک حصہ کو الگ کرنے کی وجہ سے امت بٹ جاتی ہے، اس امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **''ان امتکم امۃ واحدہ''**

ترجمہ: ''تمہاری امت یقیناً ایک امت ہے۔''

آپ ﷺ بھی ہمیشہ: اے اللہ میری امت، اے اللہ! میری امت، فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے اس وِرد کے سمجھنے والے مسلمان کو اسی جماعت ''امت'' میں جم کر رہنا چاہیے۔ **واللہ اعلم**

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سوال: کچھ جماعتوں کے لوگ ہمارے پاس آکر کہتے ہیں اگر تم جماعت میں نہیں رہو گے تو جاہلیت کی موت مروگے کیا یہ حقیقت ہے؟

جواب: یہ ایک حدیث کی غلط تاویل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: من فارق الجماعة مات ميتة الجاهلية" "یعنی جو جماعت سے نکلے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"

آپ ﷺ کے زمانے میں جو امتِ مسلمہ موجود تھی اس کو جماعت کہنے سے سارے کے سارے مسلمان اس میں شامل تھے، اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس جماعت میں سے اگر کوئی آدمی نکلے گا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

اگر میں ۱۵۔۲۰ لوگوں کی ایک جماعت بنالوں، اور اس جماعت کے افراد سے کہتا پھروں کہ جو بھی اس جماعت سے نکلے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ تو یقیناً یہ حدیث کی جھوٹی تعبیر ہے۔ حقیقت میں قرآن وحدیث میں الگ الگ جماعتیں بنانے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: کیا دعوت انفرادی طور پر دیے سکتے ہیں، یا اس کے لئے کسی جماعت میں شامل ہونا چاہیے؟

جواب: نماز کے لئے جماعت کو اسلام میں افضل قرار دیا گیا ہے روزہ کے لئے جماعت ہے۔ اسی طرح دعوت کا کام ایک فرد انفرادی طور پر بھی کرسکتا ہے۔ اور جماعت بنا کر بھی جا سکتے ہیں، لیکن اگر گفتگو انفرادی طور پر ہو تو زیادہ مناسب ہے **واللہ اعلم**

سوال: ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب کی جو تحریک ہے وہ "دعوت" کیوں نہیں جبکہ ان کے یہاں بھی 'یتلو علیھم ایاتہ' پر عمل ہے؟

جواب: خود ڈاکٹر ذاکر نائک کا کہنا ہے کہ یہ ڈبیٹ (Debate) ہے ڈبیٹ کا نتیجہ ڈاکٹر ذاکر نائک نے مجھ کو خود بتایا کہ میں سوال کرنے والوں کو (Nockout) نوک آؤٹ کرتا ہوں۔ باکسنگ میں سامنے والے کو چت گرا دینے کے لئے Nockout کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ دعوتِ حق کا نتیجہ ماننے والے کو Nockout نہ کر کے اس کے دل کو جیت کر مطمئن کرنا ہوتا ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: بعض لوگوں کو اللہ نے علم دیا ہے اور اس کے ساتھ مال بھی دیا ہے، اب صرف اس مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کر کے یہ سمجھنا کہ علم کا حق ادا ہو گیا یہ کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان سے جنت کے بدلے میں اللہ کی راہ میں مال اور علم دونوں کو خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کے پاس دونوں ہوں تو چاہئے کہ وہ دونوں کو خرچ کرے۔ یعنی علمی صلاحیت بھی اور مال بھی۔ دونوں موجود ہوتے ہوئے صرف ایک کو خرچ کرنا دوسرے کو خرچ نہ کرنا درست نہیں۔ **واللہ اعلم**

سوال: بھارتی مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے ہیں ایسی حالت میں دعوت کو چھوڑ کر مسلمانوں کے دفاع کے لئے کام کرنا چاہیے، اس خیال سے آپ کہاں تک متفق ہیں؟

جواب: علماء کرام نے دعوت کے کچھ مراحل مقرر کئے ہیں: وہ مراحل درج ذیل ہیں:

۱) **خفیہ دعوت،** یعنی آپ ﷺ نے ابتدائی تین سالوں تک خفیہ دعوت دی ہے۔

۲) **علانیہ دعوت:** اس مرحلہ میں مشرکین کی طرف سے بہت سی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اتنی مخالفتیں ہوئیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے برداشت سے باہر ہو گئیں۔ مشرکین نے مسلمانوں کو ستا کر ان کا جینا دشوار کر دیا کہ صحابہ کرام

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: کہ ہم لوگ پہلے عزت دار تھے، قبول اسلام کے بعد ہمیں ذلیل کیا جا رہا ہے۔ آپ ﷺ ہمیں اپنی دفاع کرنے کی اجازت دیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو ابھی ہمیں نماز پڑھنے، صدقہ دینے اور صبر کرنے کا حکم ہے دفاع کا حکم ابھی ہمیں نہیں ملا ہے۔''

اس مرحلہ کو علماء کرام نے ''دعوت بدون دفاع'' کہا ہے۔ یہ مرحلہ ہجرت تک رہا ہے، ہجرت کے بعد دعوت مع الدفاع کا مرحلہ شروع ہوا۔ مکہ کے مشرکوں کو دعوت دینے سے قبل مسلمانوں کو دِفاع کرنے کا حکم نہیں تھا، اس لئے انڈیا میں بھی جب تک سارے مشرکین تک دعوت نہیں پہنچ جاتی تب تک یہی مرحلۂ دعوت رہے گا، یعنی دعوت بغیر دفاع کے۔

بھارت ایک جمہوری ملک ہے۔ یہاں کے تمام مسائل جمہوری طور پر حل ہونے چاہئیں، اگر مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے تو اسے مختلف طریقوں سے حکومت کے سامنے لانا چاہئے، اگر حکومت انصاف نہیں کرتی تو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہئے۔ خود اگر کوئی شخص یا جماعت کاروائی کرتی ہے تو یہ ملک کے قانون کے خلاف ہے اور اس سے ملک کے قانون کی خلاف ورزی بھی ہوتی ہے، تو خواہ کوئی مسلم ہو یا غیر مسلم، حکومت اسے پکڑ کر جیل کے سلاخوں کے پیچھے ڈال دے گی۔

اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ دفاع کے بجائے ''دعوت'' کو اپنائیں اور اپنے برادرانِ وطن کے سامنے اسلام کا صحیح تعارف کرائیں اور وہ کوئی ایسی حرکت یا کوئی ایسا عمل نہ کر بیٹھیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے جیل یا دوسری سزاؤں کے مستحق قرار پائیں۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: کیا ہمارے دعوتی کام انجام دینے سے فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوں گے؟

جواب: جی نہیں! بھارت میں ہر دن کہیں نہ کہیں لوگ مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ اس سوال کے مطابق روزانہ بھارت میں فرقہ وارانہ فسادات ہونے چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ دعوت کا کام انجام دینے سے انشاء اللہ العزیز کچھ نہیں ہوگا۔ یہ سارے شکوک وشبہات، اندیشے شیطانِ لعین کی طرف سے ہوتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح لوگ دعوت کا کام انجام دینے سے رک جائیں۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: ایک غیر مسلم کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے خاطر لفظ ''اللہ'' استعمال نہ کر کے ''God'' کا لفظ استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: کسی بھی انسان کو اس کا نام نہ بول کر اس کے نام کے ترجمے سے بلانے پر وہ خوش نہیں ہوتا ہے بلکہ غصہ ہو جاتا ہے اور غضبناک ہو کر کہتا ہے مجھ کو بلانا ہے تو میرے نام سے بلاؤ ورنہ ہمیں مت بلاؤ۔ مثال کے طور پر آپ کے والد کا نام ''رحمٰن'' ہے اور اس کا ترجمہ کرونا کرن ہے تو اگر کوئی آپ کے والد کو ان کے اصلی نام رحمٰن سے نہ بلاتے ہوئے ترجمہ والے نام سے پکارے تو کیا آپ کے والد یہ پسند کریں گے؟

دوسری بات یہ ہے کہ لفظ اللہ کے برابر کوئی دوسرا لفظ کسی بھی زبان میں موجود ہی نہیں ہے۔ اور ایک بات یہ بھی ہے کہ انگریزی میں 'God' بولنے سے انگریز، عیسائی ایک معنی سمجھے گا، ایک انڈین غیر مسلم کوئی دوسرا معنی سمجھے گا اسی طرح جین مذہب کا ماننے والا ہوگا وہ اس کا الگ مفہوم سمجھے گا، اسی طرح بدھ مت کو ماننے والا 'God' سے گوتم کو سمجھے گا، بھارت میں ہزاروں بتوں کو ماننے والے 'God' سے اپنے خدا کو مراد لیں گے۔ غرض یہ ہے کہ لفظ 'God' بولنے سے ہر قسم کا آدمی اپنے اپنے اعتبار سے الگ الگ خداؤں کا تصور کر بیٹھے گا جو اصلاً معبود نہیں ہیں بلکہ سارے کے سارے اللہ کے بندے ہیں۔ لیکن ''اللہ'' بولنے سے لوگ مسلمانوں کا 'God' سمجھ لیتے ہیں۔ اسی لئے اللہ کے نام کے بدلہ میں کسی بھی زبان کا کوئی دوسرا لفظ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مولانا نذرالحفیظ ندویؒ

ایک مخلص مربی و معلم کی جدائی

مولانا عبدالمتین منیری۔بھٹکل

عمر عزیز کے دن کس تیزی سے گذر جاتے ہیں اس کا پتہ بھی نہیں چلتا، بات کل ہی کی لگتی ہے، ۲ جنوری ۲۰۱۸ء کو بھٹکل میں رابطہ ادب اسلامی کا سیمینار جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے زیر اہتمام منعقد ہو رہا تھا، مولانا نذرالحفیظ ندوی آخر کیوں کر اس میں شریک نہ ہوتے؟، سیمنار بھٹکل میں منعقد ہو رہا تھا اور وہ بھی آپ کے مخدوم حضرت مولانا علی میاں ندوی علیہ الرحمۃ کی یاد میں، جامعہ آباد کے مہمان خانے کے پاس ہی ملاقات ہوگئی، بہت خوش ہوئے، اور شکایت کے لہجے میں کہنے لگے کہ مولانا آپ کا کالم رہنمائے کتب کئی دنوں سے نظر نہیں آرہا ہے، ہمیں آپ کے ان مضامین کا انتظار رہتا ہے، تو تھوڑی سی سبکی سے ہم نے جواب دیا کہ آپ تو ہمارے استاد کے درجہ میں ہیں، یہ مضامین آپ کے لئے نہیں ہوا کرتے، اور جن کے لئے لکھے جاتے ہیں، انہیں ان کے آنے یا نہ آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، انہیں ان کا پتہ بھی نہیں چلتا، تو کہنے لگے کہ آپ تو دور بیٹھے ہیں، ان مضامین سے طلبہ واساتذہ کو جو فائدہ ملتا ہے، اس کا آپ اندازہ نہیں کرسکتے، اسے جاری رکھئے۔

پھر کہنے لگے، آپ کے یہاں سیمینار ہو رہا ہے، آپ نے اس کے لئے کیا لکھا ہے؟۔ ہم نے جواب دیا کہ ہمارے مضامین سیمیناروں کے مزاج کے نہیں ہوا کرتے، یہ کسی اندرونی تحریک سے بے ترتیب انداز سے نکلتے ہیں، مولانا کی محبت کا اثر تھا کہ اسی رات حضرت مولانا علیہ الرحمۃ پر ایک قلم برداشتہ تحریر ہمارے قلم سے نکلی، جو ۱۹۶۷ء سے ۱۹۹۹ء میں آپ کی رحلت تک کے مشاہدات اور تأثرات کا احاطہ کرتی تھی، صبح مولانا سے ملاقات ہوئی تو یہ تحریر آپ کے سپرد کی، تاکہ ایک نظر اس پر ڈال دیں، عصر میں مولانا ہمارا انتظار کر رہے تھے، ملاقات پر کہنے لگے کہ آپ نے تو ہمیں رلا دیا، اس میں حضرت مولاناؒ کے بارے میں ایسی باتیں آپ نے لکھی ہیں جو پہلی مرتبہ ہماری نظر سے گذری ہیں، اور پھر آپ نے اہتمام سے اس ٹوٹی پھوٹی تحریر کا تذکرہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتھم اور مولانا سید محمد واضح رشید ندوی علیہ الرحمۃ سے کیا اور انہیں اس تحریر کے پڑھنے کی تحریک دی، جس پر ان دونوں حضرات نے اسے منگوا کر سنا، اور بہت پسندیدگی کا اظہار کیا، یہ آپ کی چھوٹوں پر شفقت اور ان کی ہمت افزائی کا ایک انداز تھا، ایسا ایک نہیں کئی بار ہمیں سابقہ پیش آیا، جب بھی ملاقات ہوتی ہماری تحریروں کو طلب کرتے، اور کہتے کہ آپ ایسی شخصیات پر لکھتے ہیں، جن پر دوسروں کے قلم نہیں چلتے، اور یہ شخصیات عموما غیر معروف ہوتی ہیں۔

ایک بار آپ کو کہیں زندگی رامپور کا وہ شمارہ مل گیا جس میں مولانا شہباز اصلاحی پر ہمارا تأثراتی مضمون شائع ہوا تھا، اسے دیکھ کر شکایت کی کہ اس پر تو تعمیر حیات کا پہلا حق تھا، ہم نے کہا کہ انہیں تو ہم نے بھیج دیا تھا، لیکن ہمیں وہاں لوگ نہیں جانتے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ ہمت افزائی کا جذبہ آپ میں کس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ انیس بیس کے فرق کے ساتھ اپنے خوردوں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کے ساتھ، آپ کا یہی والہانہ انداز تھا، جن میں کچھ صلاحیت پاتے اسے وہ آگے بڑھانے اور ہمت افزائی کی فکر کرتے۔ اب مولانا کے اس طرح اچانک اُٹھ جانے کے بعد ایسی کسی شخصیت کی کمی کا احساس شدت سے محسوس ہورہا ہے۔

مولانا کو بھٹکل سے بہت انس اور محبت تھی، اور آپ کا یہ تعلق ۱۹۵۵ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں آپ کے داخلے سے شروع ہوا تھا، جامعہ کی تاسیس کے بعد جو مدرسین اس کے اولین دنوں میں اس سے وابستہ ہوئے ان میں سے مولانا حافظ اقبال مولوی ندوی، مولوی عبدالرزاق قافشے، مولانا حافظ رمضان ندوی، وغیرہ ندوے میں آپ کے ابتدائی ساتھیوں میں تھے، ان کے ساتھ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، اور کھیلنا ہوتا تھا۔

سنہ ۱۹۸۲ء میں جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے الحاق کے بعد جب درجہ عالمیت کے امتحانات جامعہ آباد ہی میں ہونے لگے، اور ان کی نگرانی کے لئے ندوے سے اساتذہ کرام یہاں تشریف لانے لگے، تو جو اساتذہ اس ذمہ داری پر خاص طور پر مامور کئے جاتے تھے، ان میں آپ کا نام نمایاں تھا، ان دنوں میں طلبہ کو آپ سے استفادہ کا بہترین موقعہ ملا کرتا تھا، ہفتہ دس روز مولانا کا جامعہ آباد میں قیام ہوا کرتا، وہ طلبہ سے گھل مل جاتے تھے، مولانا کی طلبہ کے خارجی مطالعہ پر خصوصی توجہ رہا کرتی تھی، اور اس کا امتحان وہ خود لیتے تھے، خصوصی پروگراموں اور سیمیناروں کے لئے آپ کا دوسرے دنوں میں بھی بھٹکل آنا ہوتا تھا، جامعہ آباد میں فراغت کے اوقات میں آپ کی مستقل بیٹھک کتب خانہ میں ہوا کرتی تھی، جہاں ناظر کتب خانہ مولانا ناصر الاسلام ندوی صاحب سے آپ کو خاص انس تھا، وہ بھی آپ کا خاص خیال رکھتے اور آپ کے ذوق کی کتابیں انہیں ڈھونڈھ ڈھانڈ کر لا دیتے تھے، مولانا مطالعہ اور کتب بینی کے رسیا تھے، لہٰذا امتحانات کے دنوں میں جامعہ آباد جب اکثر اوقات میں طلبہ سے خالی ہونے لگتا تو اس سے آپ کو تنہائی اور بوریت کا احساس نہیں ہوا کرتا تھا، کیونکہ کتاب کی شکل میں آپ کا ساتھی ہمیشہ موجود رہتا تھا، اس ناچیز سے محبت میں کتابوں کے ساتھ گذرے ان لمحات کا بڑا اثر تھا۔

ہمارے رفیق درس مولانا ناصر الاسلام ندوی جہاں آپ کے شاگرد رشید تھے، وہیں آپ کی ۱۹۷۱ء میں پہلی مرتبہ بھٹکل آمد کے وقت میزبان بھی تھے، دراصل آپ پہلی مرتبہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی رفاقت میں اسی وقت بھٹکل تشریف لائے تھے، اس وقت حضرت کا قیام بھٹکل سے چند کلومیٹر دور چھوٹی سی بستی شرالی میں، مولانا ناصر الاسلام صاحب کے والد ماجد جناب محمد باشا شرالی مرحوم کے مکان پر ہوا تھا، جسے آپ نے کاروان زندگی کے صفحات پر اس طرح قلم بند کیا ہے۔

’’سی زمانہ میں اپنے عزیز دوست محمد پاشا شرالی مرحوم نے اپنے وطن بھٹکل کی دعوت دی، عزیزی نذر الحفیظ بھی ساتھ تھے، ان کے مکان پر جو شہر سے الگ تھلگ اس کی نواحی بستی شرالی میں واقع تھا، اسی کام میں مشغول رہا، الحمدللہ کچھ عرصہ کے بعد کام مکمل ہوگیا‘‘ (کاروان زندگی۔۲/۲۹)۔

جس کام کا یہاں پر تذکرہ ہے، وہ مولانا عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’’الھند فی العھد الاسلامی‘‘ کی ایڈیٹنگ کا کام تھا، جو بعد میں دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد سے شائع ہوئی۔

باشا شرالی مرحوم کو تو اب لوگ بھول بھال چکے ہیں، بڑے ہی مرنجا مرنج اور با اخلاق اور نرم خو انسان تھے، بزرگوں سے بڑی نیازمندی کے تعلقات رکھتے تھے، شرالی میں ہائی وے پر ان کی شرالی اسٹور کے نام سے ایک کپڑوں کی دکان تھی، جو غیر مسلموں میں خاص طور پر دور دور تک مشہور تھی، ان کی روزمرہ کی ضرورتیں، بارش کے کمبل اور چھتریاں، شادی بیاہ کے جوڑے اور جملہ سامان کی فراہمی کا یہ منفرد مرکز ہوا کرتی تھی، آج کے لحاظ سے تو دکان کوئی بہت بڑی نہیں تھی، لیکن اللہ نے کاروبار میں خوب برکت دی تھی، اس کی مقبولیت میں مالک کے اخلاق حسنہ اور نرم روی کا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بڑا عمل دخل تھا، حضرت مولانا بھٹکل بار ہا تشریف لائے، اور ہمیشہ جامعہ کی دعوت پر آئے، لیکن بھٹکل کے کسی فرد کی دعوت پر، اور اتنا طویل قیام شاید اس وقت اور ایک ہی بار ہوا، مہمان نوازی تو سبھی کرتے ہیں، لیکن مہمان کے مزاج کے مطابق میزبانی کسی کسی کے حصے ہی میں آتی ہے، یہ شرف خاص نیازمندوں ہی کو ملتا ہے، اللہ تعالی نے مولانا ناصر الاسلام صاحب کو اپنے محترم والد ماجد کا نمونہ بنایا ہے، نذر الحفیظ مرحوم نے بھی وضع داری خوب نبھائی، روز اول سے جو تعلق قائم ہوا، اس میں سر مو فرق نہیں آنے دیا، ناصر صاحب کی نظارت کتب خانہ نے اس تعلق کو مزید پختہ کر دیا۔

ابتدائی نشو ونما اور گھریلو ماحول

بہار کے شمال میں، پٹنہ سے ساڑھے تین سو کلو میٹر دور ضلع مدھوبنی میں ایک قصبہ ململ واقع ہے۔ یہ صدیقی شیوخ کی مسلم اکثریتی بستی کی حیثیت سے شہرت رکھتا ہے، یہاں پر دین کا چرچا بہت ہوا کرتا تھا، حفظ قرآن کا رواج عورتوں میں بھی عام تھا، اور مبالغہ کی حد تک مشہور تھا کہ یہاں کی مرغیاں بھی حافظ ہوا کرتی ہیں، لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے، مرد ہوں یا عورتیں، جب کام پر نکلتے، اور ہل جوت رہے ہوتے تو تلاوت قرآن شروع کرتے اور کام کے دوران دن میں سات آٹھ پاروں کی تلاوت پوری کرنا روز کا معمول تھا، واپسی پر کھانا کھاتے اور پھر اسی میں لگ جاتے۔ مولانا نذر الحفیظ صاحب نے اسی ماحول میں سنہ ۱۹۳۹ء میں اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔

آپ کے دادا حافظ محمد اسحاق ؒ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری کے فیض یافتہ تھے، آپ کے قصبے میں مچھلی شہر کے مولانا عبد الباری صاحب نے چشمہ فیض کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا، یہاں حفظ کر کے حفاظ کرام بنگال اور بہار میں پھیل جاتے تھے، آپ کے والد ماجد نے پہلے یہاں حفظ قرآن مکمل کیا اور پھر مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں داخلہ لیا، مزید تعلیم کیلئے جونپور آگئے، جہاں آپ نے مولانا ابو العرفان ندویؒ کے والد مولانا ندیم احمدؒ سے اعلی درسیات کی کتابوں کی تعلیم حاصل کی، پھر آپ الہ آباد تشریف لے گئے، جہاں مدرسہ سبحانیہ کے نام سے قراءت کا مشہور مدرسہ تھا، یہاں آپ نے اپنے بھائی کے ساتھ قراءت کی تعلیم مکمل کی۔ آپ کا حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وارشاد کا تعلق تھا، حضرت نے آپ کو خلافت سے بھی نوازا تھا۔ حضرت پرتاب گڑھی کی زندگی بڑی مجاہدانہ تھی، آس پاس کے دیہاتوں میں اصلاح معاشرہ کے لئے آپ نے بڑی جدوجہد کی، وعظ ونصیحت کے لئے، ستو اور گڑ لے کر نکل پڑتے، اور اس میں ہفتوں گزار دیتے، آپ نے بڑی قربانی کی زندگی گذاری، آپ کے والد ماجد بھی ان اسفار میں آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔

۱۹۳۴ء میں فراغت کے بعد آپ پرتاب گڑھ میں مولانا عبد الکافی صاحب کے قائم کردہ مدرسہ کافیۃ العلوم میں تدریس سے وابستہ ہوئے، اور ۱۹۸۵ء تک یہاں پر مسلسل خدمات انجام دیتے رہے، جب یہاں سے وابستہ ہوئے تھے تو تنخواہ پندرہ روپے ماہانہ تھی، جو بڑھتے بڑھتے آخر میں ڈیڑھ سو روپے پر رک گئی تھی۔

ململ گاؤں میں عموما دین داری اور پڑھنے لکھنے کا ماحول پایا جاتا تھا، خواتین میں بھی ایک طرح سے تعلیمی بیداری پائی جاتی تھی، بعد میں جماعت اسلامی والوں نے ایک حلقہ خواتین قائم کیا تھا، جس کے ماتحت مشاعرے اور اور مضامین پڑھنے کا بھی اجتماعی اہتمام ہوتا تھا، آپ کی والدہ ان سرگرمیوں میں شریک ہوتی تھیں

آپ کے نانا سراج الدین نے جو ملا سراج الدین کے نام سے مشہور تھے، حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ سے کانپور میں تعلیم حاصل کی تھی، اور آپ سے بیعت وارشاد کا تعلق بھی قائم کیا تھا، تعلیم ختم ہونے کے بعد بہار کے علاقوں جہان آباد، گیا وغیرہ میں خدمات انجام دیتے رہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تعلیم وتربیت

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی، پھر یہاں سے اپنے والد ماجد کے پاس سات آٹھ سال کی عمر میں پرتاپ گڑھ آگئے، یہاں سے سلطانپور جاکر حافظ مشتاق نابینا کے پاس حفظ قرآن مکمل کیا۔آپ نے اپنے والد ماجد کے پاس ہی اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی،اس زمانے میں لکھنؤ سے روزنامہ قومی آواز نکلا کرتا تھا،آپ مولانا سے اس کی سرخیاں اسی زمانے میں پڑھواتے تھے۔ پھر آپ نے اپنے چچا مولانا محمد عاقل صاحب سے فارسی کی گلستان اور بوستان پڑھی۔ اور اس دوران فارسی خطوط نویسی کی مشق بھی کی۔ جب مولانا کافیۃ العلوم میں زیر تعلیم تھے، تو آپ سے عام طلبہ کی طرح مساویانہ سلوک کرتے تھے،کبھی مہتمم صاحب کے فرزند ہونے کی حیثیت سے امتیازی سلوک نہیں کرنے دیتے،کھانے کی فیس بھی دوسرے طلبہ کی طرح ادا کرتے تھے۔

ندوے میں داخلہ

۱۹۵۵ء میں مولانا کا داخلہ ندوۃ العلماء میں ہوا، داخلہ سے قبل آپ کے والد ماجد نے تمرین الصرف اور تمرین النحو خوب پڑھائی، ندوے کے استاد مولانا ابوالعرفان ندویؒ آپ کے والد کے شاگرد تھے،جن کی وجہ سے داخلہ میں دشواری نہیں ہوئی،مولانا عمران خان ندوی کا دور اہتمام تھا،ندوے میں طلبہ کی کل تعداد دو ڈھائی سو سے زیادہ نہیں تھی، مولانا حبیب الرحمٰن سلطانپوریؒ اور مصنف تمرین النحو نے آپ کا امتحان لیا، اور اول عربی میں داخلہ کی اجازت دے دی،مولانا عبدالماجد ندوی مصنف معلم الانشاء کے زیرنگرانی پونے دوسال آپ کا رہنا ہوا۔آپ مضامین صاف کرنے کے لئے دیتے، والد ماجد نے خوش خطی کی مشق کرائی تھی،جس کا آپ کو دوران طالب علمی بہت فائدہ ہوا۔

ابتدا میں چھوٹی جمعیۃ الاصلاح سے آپ وابستہ رہے،درجہ دوم عربی میں آپ کو مولانا شمس الحق ندوی صاحب کی رفاقت حاصل رہی جو آخر دم تک قائم رہی۔ندوے میں جب زیر تعلیم ہوئے تو ناشتے کے لئے دس روپئے گھر سے آتے تھے،رات کی باسی روٹی اور چنے سے ناشتہ ہوتا تھا۔

ابھی درجہ سوم عربی میں تھے کہ والدین کے ایما پر آپ رشتہ ازدواج سے منسلک ہوگئے۔والدین کی خواہش تھی کہ ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رہے، اس عرصے میں آپ کی اہلیہ نے بڑے تقشّف کی زندگی گذاری۔اور صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔والد ماجد نے قلیل آمدنی کے باوجود پورے کنبے کی کفالت کی ذمہ داری اٹھائے رکھی۔لیکن اس کے باوجود عزت نفس کا یہ عالم تھا کہ ایک بار ماہ رمضان مبارک میں آپ کے خسر آپ کو مدھوبنی کی ایک مسجد میں تراویح پڑھانے لے گئے،اختتام پر مسجد والوں نے خسر صاحب کے ہاتھ میں ایک سوبیس روپئے تھما دئے،مولانا کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا،آپ نے زندگی میں پہلی مرتبہ اتنے پیسے دیکھے تھے،انہی دنوں گاؤں میں باڑھ آئی ہوئی تھی،طوفان بادو باراں نے پھونس سے بنے گھر کو تاراج کردیا تھا،سر چھپانے کو چھت باقی نہیں رہی تھی،سینکڑوں کا خرچ آیا،آپ نے تراویح سے ملے پیسے ابا کو دے دئے، جب آپ کو پتہ چلا کہ یہ پیسے تراویح میں قرآن سنانے پر ملے ہیں تو خفگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میں نے تمھیں حافظ اس کے لئے نہیں بنایا ہے۔پھر زندگی بھر کبھی تراویح سنانے پر آپ نے ہدیہ قبول نہیں کیا، پھر تو پھولپور میں حضرت پرتاپ گڑھی کے یہاں ہی تراویح پڑھانے کا معمول بن گیا، کیونکہ حضرت کے فرزند مولانا قاری مشتاق احمد صاحب بانی مدرسہ عرفانیہ لکھنو، ان دنوں الہ آباد جاتے، اور ان کے دوسرے فرزند ارشاد احمد، الہ آباد سے پرتاب گڑھ مدرسہ کافیۃ العلوم کو آتے، اور آپ کے والد ماجد مولانا عبدالحفیظ صاحب ممبئی اور بھساول مدرسے کے چندے کے لئے نکل پڑتے تھے۔

انہی دنوں آپ نے ندوے میں حضرت مولانا علی میاں علیہ الرحمۃ کی عصری مجالس میں پابندی سے بیٹھنا شروع کیا، بعد

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں انہیں قلم بند بھی کرنا شروع کیا، (ان مجالس کا ایک مجموعہ آپ کی رحلت سے چند ماہ پہلے مجالس علم وعرفاں کے نام سے منظر عام پر آیا)۔ یہاں کے شیخ التفسیر حضرت مولانا اویس نگرامی ندویؒ کی شفقتیں بھی آپ کو نصیب ہوئیں، جو کہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے شاگردان خاص میں تھے، پرتاب گڑھ میں مولانا ہی کے مکان پر آپ کے والد صاحب کا ٹھہرنا ہوا کرتا تھا، مولانا حبیب الرحمٰن سلطانپوری ندویؒ سے آپ نے تمرین النحو، شرح نقایہ اور ہدایہ پڑھی، آخر الذکر بڑے صاف ستھرے اور نستعلیق شخصیت کے مالک تھے، شہر میں رہتے تھے، اور گھر سے آتے ہوئے، تولیہ، صابون ساتھ لاتے، اور ہمیشہ با وضو رہتے، معمولات کے ایسے پابند تھے کہ مجال تھی کہ ایک منٹ دیر سے پہنچیں۔

ان دنوں حضرت مولانا علی میاں علیہ الرحمۃ شدید علیل ہو کر سیتاپور اسپتال میں صاحب فراش تھے، تیمّم سے نماز پڑھتے تھے، ایسی حالت میں بھی آپ پابندی سے مولانا سے کتابیں سنا کرتے تھے، اس طرح ہزاروں صفحات آپ نے حضرت مولانا کو پڑھ کر سنائے، حضرت کے استحضار کا یہ عالم تھا کہ درمیان میں کوئی فارسی شعر آتا تو مولانا نگل جاتے تو حضرت مولانا یاد دہانی کرتے کہ یہاں فارسی شعر ہے، اسے بھی پڑھیں۔ عبارت خوانی اور اشعار سنانے کا آپ کو بہت فائدہ پہنچا، جب حضرت مولانا کی صحت اچھی ہوتی تو آپ درجات دیکھنے آتے تھے، اس سے آپ کو مطالعہ کا ایک چسکہ سا لگ گیا تھا، درجہ چہارم عربی میں تھے تو ایک مرتبہ مولانا آزاد کی غبار خاطر کو حضرت مولانا نے آپ کے ہاتھ میں دیکھا، تو فرمایا کہ ابھی آپ کی عمر یہ کتاب پڑھنے کی نہیں ہے، ایسی کتابیں پڑھو جس سے زبان درست ہو۔

ندوے میں انجمن الاصلاح سے آپ جڑے ہوئے تھے، جس کا آپ کو بہت علمی فائدہ ہوا، الماریوں کی کنجیاں عموماً آپ کے ہاتھ میں رہتی تھیں، ظہر میں آتے تو کبھی عصر، مغرب اور عشاء تک الماریاں کھولے کھڑے رہتے، اس میں الہلال، الدعوۃ، اور المصور جیسے عرب مجلّات کی فائلیں پائی جاتی تھیں، کھڑے کھڑے گھنٹوں انہیں چاٹ جاتے تھے۔

آپ نے اس دوران تاریخ کی کتابیں زیادہ پڑھیں، درجہ سوم عربی میں تھے تو تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول چھپ کر آئی تھی، اسے پڑھ ڈالا، اس میں امام غزالیؒ کے حالات نے آپ کو بہت متاثر کیا، ایک بار خواب میں بھی امام صاحب کی زیارت نصیب ہوئی، جب کچھ بڑے ہوئے تو امام صاحب کی کتاب المنقذ من الضلال بھی پڑھ ڈالی۔ یہی زمانہ تھا جب حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتھم جزیرۃ العرب اور الادب العربی لکھ رہے تھے۔ ان کا املا درست کرنے اور مضامین نقل کرنے میں آپ سے مولانا نے خوب محنت لی۔ اس طرح حضرت مولانا کی کتاب انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر کی آپ نے چار مرتبہ پروف ریڈنگ کی۔ لہٰذا مجلس میں آپ کتابوں سے متعلق سوالات کرتے تو حضرت فرماتے کہ آپ تو ہماری کتابوں کے حافظ ہیں۔

ندوے کے اساتذہ میں مولانا دریابادیؒ کے صدق کو پڑھنے کا بڑا اہتمام تھا، معارف، برہان، اور فاران بھی یہاں آتے تھے، اور قاضی اطہر مبارکپوریؒ اور الحاج محی الدین منیریؒ کے زیر ادارت خدام النبی ممبئی کا ماہنامہ البلاغ بھی پابندی سے پڑھنے کو ملتا تھا۔

اسی دور میں البعث الاسلامی بڑے طمطراق سے نکلا، الرائد جب جاری ہوا تو آپ چہارم عربی میں تھے۔ لیتھو پر یہ پرچے چھپتے تھے، اور امین آباد کا تب کی تلاش میں جانے، پروف ریڈنگ اور ترسیل کا جملہ کام آپ ہی کو کرنا پڑتا تھا۔ ۱۹۶۹ء میں جب مولانا محمد اسحاق جلیس مرحوم مجلس تحقیقات ونشریات اسلام سے وابستہ ہوئے تو آپ کے ساتھ کام کرنے کا آپ کو موقعہ ملا، آپ ہی نے مولانا کو بتلایا تھا کہ اخبار پڑھنا بھی ایک فن ہے۔

آپ نے ریاض الصالحین مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی سے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

پڑھی، اس کتاب سے آپ کا بڑا تعلق تھا۔ ترمذی شریف آپ نے مولانا منظور نعمانی ؒ سے پڑھی تھی، جن کے ترمذی پڑھانے کا منفرد انداز تھا، درجہ میں طلبہ شاید بیس بائیس سے زیادہ نہیں رہے ہوں گے، مولانا نعمانیؒ احادیث پڑھاتے وقت تمام مسلکوں کے دلائل بیان کرتے تھے، ان میں کسی قسم کی طنز یا تعریض نہیں ہوا کرتی تھی، پھر ہر دلیل کا حوالے کے ساتھ جواب دیتے تھے۔

گھر کے حالات ایسے نہیں تھے کہ درجہ عالمیت مکمل کرنے کے بعد بھی تعلیم جاری رکھتے، مولانا ابو العرفان صاحب سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کے پاس اعلی سے اعلی تعلیمی سند ہونی چاہئے، کیونکہ آئندہ زندگی میں ترقی کا کوئی موقعہ ملے اور اعلی سند کی ضرورت پیش آئے تو افسوس نہ ہو کہ موقعہ ملنے پر اسے گنوادیا۔ اس کا فائدہ مولانا کو اس وقت محسوس ہوا جب کہ مصر جانے کے لئے آپ کے نام قرعہ فال نکلا۔

فراغت کے بعد کا دور

۱۹۶۴ء میں آپ نے فضیلت مکمل کی، اور ندوے ہی سے منسلک ہوگئے۔ اس دوران آپ نے ایک سال مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب کے مدرسہ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں بھی گذارا، جہاں آپ کا دار المصنفین آنا جانا ہونے لگا، مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ بقید حیات تھے، ان سے گہرا تعلق قائم ہوا، مولانا آپ کو معارف کے لئے ماہانہ اہم غیر ملکی کتابوں کی تلخیص لکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

۱۹۶۹ء میں ہفت روزہ ندائے ملت لکھنؤ بحران کا شکار رہا، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب کے کہنے پر حضرت مولانا نے آپ کو اور مولانا عبد النور ندویؒ کو اسے سنبھالنے کے لئے بھیجا۔ یہاں سے آپ کو صحافت کا چسکہ لگا، وہ عالم اسلام میں بڑا ہنگامہ خیز دور تھا، مسلسل ریڈیو اور اخبارات سے چمٹے رہنا پڑتا تھا، اسی زمانے میں کراچی میں عراقی سفارت خانے سے ہتھیار پکڑے جانے کی خبر آئی، جسے آپ نے یقینی انداز کی سرخی کے ساتھ لکھا، اس پر جب مولانا محمد مسلم صاحب مدیر سہ روزہ دعوت دہلی کی نظر پڑی تو ایک ملاقات میں آپ کو نصیحت کی کہ کبھی سیاسی معاملات کو یقینی بات کے انداز سے پیش نہ کریں۔ نیوز ایجنسیاں اپنے اپنے مقاصد کے مطابق خبروں کو نقل کرتی ہیں، ان باتوں سے مولانا کو آئندہ زندگی میں خوب رہنمائی ملی۔

جامعہ ازھر میں داخلہ اور جامعہ عین شمس میں ٹیچر ٹریننگ کورس

۱۹۷۵ میں جب مصر کے جامعہ ازہر میں اعلی تعلیم کے لئے جانے کا موقعہ آیا، تو والد صاحب نے آپ کی والدہ ماجدہ کے ذریعے پیغام بھیجا کہ فکر نہ کریں، مصر میں جا کر ضرور سیکھیں، تا کہ ذہن میں کبھی یہ بات نہ آئے کہ ایک موقع ملا تھا، ابا کی وجہ سے ترقی کا موقع ضائع ہوگیا، آپ نے ندوے کی تدریس کے زمانے میں جو جمع پونجی جمع ہوئی تھی وہ خازن ندوہ مولانا محمد طاہر صاحب کو سونپی تا کہ وہ اس سے آپ کے ماہانہ گھریلو اخراجات کا نظم کرسکیں۔

ندوے سے فضیلت کی سند حاصل کرنے کا یہ فائدہ ہوا، کہ آپ کا داخلہ ازہر شریف میں ایم فل میں ہوا، عرب یونیورسٹیوں میں جسے ماجستیر کہا جاتا ہے، وہ دراصل بی اے کے بعد اور ڈاکٹریٹ کے درمیان کا مرحلہ ہوتا ہے، جس میں پی ایچ ڈی کی طرح تحقیقی مقالہ بھی تیار کرنا پڑتا ہے، درجات میں حاضری کی پابندی کا مرحلہ ختم ہونے، اور پھر مقالہ کی تیاری کے مرحلہ میں داخل ہونے پر آپ کو جو فرصت کے لمحات ملے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، آپ نے جامعہ عین شمس میں ٹیچرس ٹریننگ کورس (تدریب المعلمین) کو جوائن کیا، اور یہاں چھ ماہ تدریس کا تجربہ حاصل کیا، جس میں ایک انسپکٹر درجے میں پچھلے دروازے سے آتا تھا، اور طلبہ کے پہلے کے معیار تعلیم اور آخری معیار کو پرکھتا تھا۔ مولانا کو اچھے نمبرات سے یہاں پر کامیابی نصیب ہوئی۔ اور جب اسے مکمل کر کے وطن لوٹے تو حضرت مولانا نے ندوے میں معہد تدریب المعلمین کے قیام کی ہدایت کی۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مصر میں آپ کا بڑا اچھا وقت گذرا، جب پہنچے تھے تو صدر انوار السادات کا عہد عروج چل رہا تھا، آپ نے وہاں پر سادات کے دور کی آزادی بھی دیکھی، اور ان کی افسوسناک موت بھی، اس وقت یہاں کی سوسائٹی اور تحریکات کو جتنے قریب سے دیکھنے کا آپ کو موقعہ ملا شاید و باید ہی کسی ہندوستانی کو اس کا موقعہ ملا ہوگا، آپ کی بچی کی شادی بھی اس دوران آگئی، انہی دنوں آپ کو ریڈیو قاہرہ میں ملازمت مل گئی تھی، جہاں انہیں پروپیگنڈا کیا ہوتا ہے اس کی حقیقت کا علم ہوا۔۱۹۸۲ء میں آپ کی مصر سے واپسی ہوئی، اور دوبارہ آپ ندوۃ العلماء میں تدریس سے وابستہ ہوگئے، اور تادم واپسیں اپنے اس مادر علم کی خدمت سے جڑے رہے۔

مصر سے واپسی پر آپ نے میڈیا کے موضوع پر رائے بریلی میں ماہانہ خطبات کا سلسلہ شروع کیا تھا، جسے آپ نے از سر نو مرتب کرکے کتاب کی شکل دی جو مغربی میڈیا اور اس کے اثرات کے عنوان سے شائع ہوکر بہت مقبول ہوئی، اس کتاب کے اردو میں پانچ ایڈیشن نکل چکے ہیں، اور عربی، انگریزی، بنگالی، ہندی، ملیالم میں بھی ان کے ترجمے نکلے، اور دوسری زبانوں میں ان کے ترجموں کے نکلنے کا کام ابھی جاری ہے۔ اس دوران آپ تعمیر حیات، ندائے ملت، الرائد، البعث الاسلامی، اور کاروان ادب جیسے مجلّات سے مستقل کسی نہ کسی طرح سے وابستہ رہے۔

مولانا نے ۱۹۶۴ سے انتقال تک نصف صدی سے زیادہ عرصہ تعلیم و تدریس میں گذارا، جس کے دوران کئی نسلیں آپ سے فیض پاکر نکلیں، مولانا کے دروس طلبہ میں ہمیشہ مقبول رہے، ان کی اپنی چند خصوصیات تھیں، آپ کے درسوں میں جچے تلے الفاظ اور جملوں کا استعمال ہوتا تھا جن سے مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہوتی تھی، بولتے وقت آواز میں نرمی اور ملائمت ہوتی تھی جو طلبہ کے کانوں میں رس گھولتی تھی، اور بار نہیں پڑتی تھی' وہ بولتا ہے تو اک روشنی سی ہوتی ہے' کے مصداق آپ طلبہ کی ذہنی اور فکری صلاحیتوں اور استعداد کا خاص خیال رکھتے تھے۔ تعبیر اور افہام و تفہیم کے لئے آپ واضح اور سہل الفاظ کا استعمال کرتے تھے، اور طلبہ کو عالمی مسائل سے مربوط رکھنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔

۲۸ رمئی ۲۰۲۱ء کو یہ خبر بجلی بن کر کوندی کہ مولانا اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچے، یہ خبر سننے کے لئے کان تیار نہیں تھے، اس سے پہلے مولانا کی علالت کی کوئی خبر نہیں آئی تھی، لیکن اجل کا فرشتہ کسی کو کہہ کر تھوڑے آتا ہے! نصف صدی کے دوران آپ نے کئی نسلوں کو تیار کیا، ہزارہا ہزار صفحات لکھے، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ دین کی سربلندی اور نونہالوں کی صحیح نہج پر تعلیم و تربیت میں لگائے گئے آپ کی عمر کے ماہ و سال آپ کے وہاں پر بلندی درجات کا سبب بنیں گے، جہاں صرف انسان کے اعمال ساتھ جاتے ہیں، اور آپ نے جو شمعیں روشن کی تھیں ان شاء اللہ تا قیامت وہ جلتی رہیں گی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔ آمین

CMO Regd. No. MZN/AL/0427
MICRO
PATHOLOGY LAB
Opp. Axis Bank ATM,
Budhana Road,
KHATAULI
Mob.9870670140 , 9058047419

Mr. Dayyan Rana, Chief Lab Technician
FACILITIES
Diabetic Screen
Lever Profile
Iron Defieiency Profile
Cardiac Risk Markers
Electrolytes Pfofile
25 OH Vitamin D3
Thyroid Profile
Renal Profile
Vitamin B12
Folic Acid HBAIC
Cholesterol Profile
Homocysteine Hemogram

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نماز فجر کی پابندی

موانع وتدابیر

مفتی محمد عبداللہ قاسمی
موبائل: 8688514630

نماز فجر کی اہمیت

یوں تو پنج وقتہ نمازوں کی قرآن وسنت میں بڑی فضیلت آئی ہے،اور باجماعت پنج وقتہ نماوں کا اہتمام کرنے والوں کے لئے بڑی خوش خبری ہے،اوران سے عظیم اجروثواب کا وعدہ کیا گیاہے،تاہم فجر کی نماز کے بارے میں خاص فضائل وارد ہوئے ہیں،اوراس کی مسلمانوں کوخاص طور پر تاکید کی گئی ہے،آپ ﷺ کاارشادگرامی ہے:جوشخص دوٹھنڈی نمازیں یعنی فجر اور عصر پابندی سے پڑھتاہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔(بخاری) آپ ﷺ کاارشادہے:وہ شخص ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا جس نے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے یعنی فجر اورسورج کے غروب ہونے سے پہلے یعنی عصر کی نماز پابندی سے پڑھی ہو۔(مسلم)

ایک روایت میں ہے:تمہارے پاس دن اوررات کے فرشتے باری باری آتے رہتے ہیں،اورفجر اورعصر کی نمازوں میں اکٹھاہوتے ہیں،پھروہ فرشتے جوتمہارے پاس ہوتے ہیں وہ آسمان پر چلے جاتے ہیں،اللہ ان سے پوچھتاہے حالاں کہ وہ سب سے زیادہ جانتاہے کہ تم نے میرے بندوں کوکس حال میں چھوڑا؟فرشتے کہتے ہیں:ہم انہیں نماز کی حالت میں چھوڑکر رخصت ہوئے اورنماز کی حالت میں ہی ہم ان کے پاس پہنچے تھے۔(بخاری)ایک روایت میں آتاہے کہ آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاندکودیکھا تو فرمایا:تم اپنے رب کوایسے ہی دیکھوگے جیسے تم چاندکودیکھ رہے ہو،تمہیں ذرہ بھی شک وشبہ نہ ہوگا لہٰذااگرتم سورج کے طلوع اورغروب ہونے سے قبل نمازوں کا اہتمام کرسکوتو ضرورکرو،پھرآپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: سورج کے طلوع اورغروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی پاکی بیان کرو۔(بخاری)ایک روایت میں ہے:جس شخص نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی گویااس نے آدھی رات عبادت کی،اور جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی اس نے گویاپوری رات عبادت کی۔(مسلم)ایک حدیث میں ہے:اگرلوگوں کویہ معلوم ہوجائے کہ عشاء اورفجر کی نماز میں کیاثواب ہے،تولوگ اس ثواب کوحاصل کرنے کے لئے مسجدوں میں پہنچ جائیں گے، چاہے ان کوگھسٹ گھسٹ کرہی پہنچناپڑے۔(بخاری)ایک حدیث شریف میں ہے:آپ ﷺ کے سامنے ایسے شخص کاتذکرہ کیاگیاجوصبح ہونے تک سوتارہتاہے(یعنی فجر کی نمازنہیں پڑھتا ہے)توآپ ﷺ نے فرمایا:ایسے شخص کے کانوں میں شیطان پیشاب کردیتاہے۔(بخاری)

ہمارے معاشرے کی صورت حال

لیکن آج ہمارابڑاالمیہ یہ ہے کہ امتِ مسلمہ کی ایک بڑی تعدادنماز جیسی عظیم الشان عبادت سے تغافل برتتی ہے،اورسستی و سہل انگاری سے کام لیتی ہے،نمازِ جمعہ اورنمازِ عیدین کے علاوہ کسی بھی نماز میں انہیں مسجد میں حاضر ہونے کی توفیق نہیں ملتی، عوام الناس کے گراں قدر مالی تعاون سے شہرشہراورقریہ قریہ مساجد اورعبادت گاہیں تعمیر ہوتی ہیں،جودیدہ زیب اوراورفنِ تعمیر کاشاہکار ہوتی ہیں؛لیکن جب آپ مصلیوں کی تعداد دیکھیں گےتو بہ مشکل ایک دوصف میں مصلی حضرات نظر آتے ہیں،ایک دوصف کوچھوڑکرساری مسجدویران اورغیرآبادہوتی ہے، اور مسلمانوں کی بے رخی پرمرثیہ خواں ہوتی ہے،اورجولوگ پنج وقتہ نمازوں کے لئے پابندی کے ساتھ مسجدوں میں حاضر ہونے کا اہتمام کرتے ہیں ان میں بھی زیادہ تر بوڑھے اورعمر دراز حضرات ہوتے ہیں،جن کی زندگی کا آفتاب مائل بہ غروب ہوتاہے،اور ان کا سفینۂ حیات ساحلِ موت کی طرف رواں دواں ہوتاہے،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نوجوان حضرات مسجدوں میں خال خال ہی نظر آتے ہیں، یہ صورتِ حال تو عام نمازوں کی ہے، فجر کی نماز میں مجموعی صورتِ حال تو بہت مختلف ہے، وہ لوگ جو چاروں نمازیں مسجدوں میں باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں ان میں بھی بیشتر لوگ نماز فجر میں سستی کرتے ہیں، اور جماعت سے پیچھے رہ جاتے ہیں، یقیناً یہ صورتِ حال کافی افسوس ناک اور غم انگیز ہے، اور ہر باشعور اور دینی مزاج کے حامل انسان کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

نمازِ فجر میں سستی اور کاہلی کے اسباب وعوامل کیا ہیں؟ اور نمازِ فجر کے لئے بیدار نہ ہونے کی وجوہات کیا ہیں؟ درج ذیل سطور میں ان کا تذکرہ کرنا اور ان کا تدارک پیش کرنا مقصود ہے۔

ایمان ویقین کا فقدان

ایک چیز جس کی وجہ سے مجموعی طور پر ہماری دینی واخلاقی زندگی پر اثر پڑا ہے، وہ ایمان ویقین کا حددرجہ فقدان ہے، یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نیکی اور حسنات پر جس خوش خبری اور عظیم اجروثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، اسی طرح معصیات اور سیئات پر جو وعید اور تہدید قرآن وسنت میں وارد ہوئی ہے، اس پر ہمیں اس درجہ کا ایمان نہیں ہے جو شریعت میں ہر بندۂ مومن سے مطلوب ہے، دینِ اسلام ہمارے صفحۂ ادراک پر محض ایک نقطۂ سیاہ کی حیثیت رکھتا ہے جو ہم کو اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ملا ہے، ورنہ شعوری طور پر دین پر عمل کرنے کا جذبہ اور اس کی کما حقہ قدر ہمارے دلوں سے رفتہ رفتہ رخصت ہوتی جارہی ہے، اسی ایمان ویقین کی کمزوری کی وجہ سے بندۂ مومن کی طبیعت حسنات اور نیکیوں کی طرف نہیں آتی، اور اعمالِ صالحہ پر عظیم خوش خبری اور بے پناہ اجروثواب کو سن کر بھی اس کا جذبۂ عمل بیدار نہیں ہوتا، زجر ووعید اور تہدیدی آیات سن کر بھی اس کے دل میں کسی قسم کا خوف اور ڈر پیدا نہیں ہوتا، چناں چہ بندۂ مومن آج خواہشاتِ نفس کا اسیر بن چکا ہے، عیش وتنعم کا فریفتہ، لذتِ کام ودہن کا حریص اور معاد وآخرت سے لاپرواہ ہوتا جارہا ہے، اسی ایمان و یقین کی کمزوری کی وجہ سے فجر کے وقت......جس میں طبعی طور پر انسان کی نیند گہری ہوتی ہے، مزید برآں پرسکون ماحول، خوش گوار موسم اور خنک آلود ہوائیں نیند کو تقویت بخشتی ہیں......بندۂ مومن بیدار نہیں ہوپاتا، اور نمازِ فجر کی پابندی پر جس عظیم انعام کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے محروم رہ جاتا ہے، آپ بھلا سوچیں کہ ایک انسان جسے یہ معلوم ہو کہ کل صبح سویرے بادشاہِ وقت نے مجھے بلایا ہے، اور صبح مجھے ایک بڑے بیش بہا اور قیمتی انعام سے سرفراز کیا جائے گا، تو کیا وہ رات میں مارے خوشی کے سو پائے گا؟ اگر سو بھی گیا تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ صبح سویرے بیدار نہ ہو، اور بہ عجلتِ ممکنہ بادشاہ کے دربار میں پہنچنے کی کوشش نہ کرے؟ نہیں نہیں! یہ شخص تو کبھی ایسا نہیں کرے گا، دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر جب انسان کا یہ حال ہے، اور مادی اور دنیوی منفعت کو حاصل کرنے کے لئے وہ اپنی نیند کو قربان کردیتا ہے تو پھر نمازِ فجر میں سستی وکاہلی کیا معنی رکھتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ ایمان ویقین کی کمزوری اور مبشراتِ خداوندی پر اعتماد کی کمی کا نتیجہ ہے؛ اس لئے یہ بات بے حد ضروری ہے کہ ہم ایمان ویقین کی شمع اپنے دلوں میں فروزاں کریں، بزرگوں اور اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھنے کی کوشش کریں، قرآن پاک کی تلاوت کریں، سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں، اس سے ان شاء اللہ ہمارے مرجھائے ہوئے قلوب کی کھیتی سرسبز وشاداب ہوگی، اور پنج وقتہ نمازوں کی ادائیگی آسان ہوگی۔

رات دیر تک جاگنے کا رجحان

شریعت مطہرہ کا مزاج یہ ہے کہ رات میں نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد بہ عجلت ممکنہ سونے کا اہتمام کیا جائے، اور اس بات کی ترغیب خود معلم کائنات ﷺ نے امت کو دی ہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند کرتے تھے، (ترمذی) حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں: تم رات میں گفتگو کرنے سے پرہیز کرو؛ کیوں کہ یہ آخرت کو ضائع کردیتا ہے، اگر تم سے ایسا ہوجائے تو (اس

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کی تلافی کے لئے) سونے سے پہلے دورکعت نماز پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ) حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے عشاء کی نماز کے بعد کلام کیا، پھر میں نے سوچا کہ اسی حال میں سوجانا مناسب نہیں ہے؛ چنان چہ میں نے اٹھ کر وضو کیا اور دورکعت نماز ادا کی ،اور اللہ سے استغفار کیا،اور میں یہ بات اپنی تقوی وطہارت جتلانے کے لئے عرض نہیں کررہا ہوں؛ بلکہ اس سے تو میرا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس بات پر عمل کریں۔ (تعظیم قدر الصلاۃ للمروزی) لیکن آج دانستہ طور پر مسلمانوں نے اس شرعی ہدایت کو فراموش کردیا ہے،اور بلا کسی عذر شرعی کے رات دیر تک جاگنے کے مذموم اورناپسندیدہ ہونے کا احساس تک ان کے دلوں سے رخصت ہوگیا ہے، چنان چہ بہت سے مسلمان بھائی رات دیر تک فضول اور لغویات میں مصروف رہتے ہیں،دوست واحباب کے ساتھ خوش گپیوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں،خاص طور پر تاجر اور کاروباری حضرات تو رات دس گیارہ بجے اپنی دوکان بند کر کے تھکے ماندے گھر لوٹتے ہیں،بارہ بجے کھانا کھانے سے فارغ ہوتے ہیں،پھر دو ڈھائی بجے تک فلم بینی میں مصروف رہتے ہیں،اور رات جب تا بہ کمر پہنچتی ہے تو وہ بستر پر دراز ہوجاتے ہیں،رات دیر تک بیدار رہنے کا رجحان صرف تاجر اور کاروباری حضرات کے ساتھ ہی کیا خاص ہے؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ خواص ہوں یا عوام،مرد ہو کہ عورت، جوان ہوں کہ بوڑھے سبھی یکساں طور پر اس مرض میں مبتلا ہیں،بستر پر دراز ہونے کے بعد رات کا ایک معتد بہ حصہ تقریبا سبھی لوگ فون چلانے میں اور واٹس ایپ اور فیس بک استعمال کرنے میں گزارتے ہیں،دوستوں کو میسیج کرنے اوران کے ساتھ گفتگو کرنے میں وقت ضائع کرتے ہیں،ظاہر ہے کہ دن بھر کا تھکا ماندہ انسان رات دو ڈھائی بجے بستر پر جائے گا تو کیوں کر اس کی فجر میں آنکھ کھلے گی؟ اور کیسے وہ مسجد میں جبین نیاز خم کرنے کے لئے حاضر ہوگا؟ اس لئے یہ بات بے حد ضروری ہے کہ خدا کے واسطے ہم اپنی زندگی کا نظام بدلیں،سونے کھانے؛ بلکہ پوری زندگی کا نظام ایسا بنائیں کہ شریعت کے احکام پامال نہ ہوں،آخر یہ کیا بات ہے کہ ایک شخص اگر کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوجائے اور اطباء نے اسے روزانہ صبح سویرے اٹھ کر پیدل چلنے اور ورزش کرنے کی صلاح دی ہو،اور اس کو اس کی صحت بخش زندگی کا ضامن قرار دیا ہو تو اطباء کے کہنے سے وہ اپنی زندگی کا نظام بدلنے پر آمادہ ہوجاتا ہے کھانے سے لے کر سونے تک کا معمول اس طرح بنانے پر راضی ہوجاتا ہے کہ ڈاکٹروں کے تجویز کردہ نسخہ پر عمل آوری بہ سہولت ممکن ہو؛ لیکن ہر روز صبح سویرے احکم الحاکمین کی طرف سے صدا آتی ہے،موذن بلند آہنگی اور پوری شوکت وقوت سے یہ اعلان کرتا ہے کہ نماز نیند سے بہتر ہے ،اور دونوں جہاں میں فلاح و کامیابی کا ضامن ہے؛ لیکن ہم بستر سے اٹھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے ،اور ایسا نظام العمل بنانے پر ہم تیار نہیں ہوتے جس سے صبح سویرے بیدار ہونا اور خدا کی عبادت کے لئے مسجد میں حاضر ہونا آسان ہو۔

کھانے کے نظام میں بے اعتدالی

ایک چیز جو فجر میں سستی وکاہلی کا سبب ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے کھانے کے ایسے اوقات متعین کرلیے ہیں جن کا اثر بھی نہ صرف عبادات پر پڑتا ہے؛ بلکہ اس سے انسانی صحت پر بھی منفی اثر پڑتا ہے،ناشتہ عام طور پر ہمارا دس گیارہ بجے کے دوران ہوتا ہے،پھر کھانا تین تا چار بجے تک ہوتا ہے،اور شام کا کھانا گیارہ تا بارہ بجے کے مابین ہوتا ہے،ظاہر ہے کہ جب رات کا کھانا اتنی تاخیر سے ہوگا تو پھر بستر پر بھی آدمی تاخیر سے جائے گا،اور رات کا ایک بڑا حصہ گزرنے کے بعد سوئے گا،اس صورت میں لازمی طور پر فجر کی نماز میں بیدار ہونا مشکل اور دشوار ہوگا،اس لئے یہ بات بے حد ضروری ہے کہ ہم کھانے کے نظام میں ایسی صالح تبدیلی لائیں جن سے احکامِ شرعیہ پر عمل آوری میں سستی نہ ہو، خصوصا رات کا کھانا عشاء سے قبل ہی کھانے کا اہتمام کریں،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اورعشاء کے معاًبعد سونے کی کوشش کریں، یہ چیزان شاء اللہ فجر کی نماز کے لئے بیدار ہونے میں مدومعاون ثابت ہوگی۔

فجر میں بیدار ہونے کی چند تدابیر

جلدسونے کااہتمام

صبح سویرے بیدار ہونے کے لئے رات کو جلد سونے کا اہتمام کرنا بے حد ضروری ہے، کیوں کہ کم ازکم چھ گھنٹے سونا ہر انسان کی ضرورت ہے، اوراس کی صحت کی حفاظت کا ضامن ہے؛ اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ آپ عشاء کے بعد جلد سوجائیں، اوراگر یہ نہ ہوسکے تو کم ازکم ایسے وقت تو لازمی طور پر سوجائیں کہ فجر کی نماز تک آپ کی چھ گھنٹے کی نیند مکمل ہوجائے، رات میں چھ گھنٹے سونے کے بعد انسان کی طبیعت ہشاش بشاش ہوجاتی ہے، اور دن بھر کی تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے، اورفجر میں بیدار ہونا اس کے لئے آسان اورسہل ہوجاتا ہے۔

رات میں کم کھائیں

اورایک چیز جو فجر کے لئے بیدار ہونے میں مدومعاون ثابت ہوتی ہے وہ ہے کم کھانا، ناشتہ اوردوپہر کا کھانا چاہے آپ شکم سیر ہوکر کھائیں؛ لیکن رات میں کم کھانے اور ہلکی پھلکی غذا لینے کا اہتمام کریں، اگر آپ رات میں شکم سیر ہوکر کھائیں گے یا ثقیل غذا لیں گے تو اس کے ہضم ہونے میں دیر لگے گی، اوراس سے آپ کے جسم میں سستی وکسل مندی پیدا ہوگی، اورفجر کی نماز میں بیدار ہونے میں سدراہ ثابت ہوگی۔

پانی کم پئیں

رات کا کھانا کھانے کے بعد پانی کم پینے کی کوشش کریں؛ اس لئے کہ جب آپ پانی زیادہ پئیں گے تو آپ کے جسم میں رطوبت زیادہ پیدا ہوگی، اورجسم میں رطوبت زیادہ ہونے سے نیند بھی آتی ہے اورسستی وکاہلی بھی پیدا ہوتی ہے۔

چہل قدمی کریں

رات میں کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر چہل قدمی اورتفریح کریں، تاکہ کھانے کا کچھ حصہ تحلیل ہوجائے، اورکھانے کے بعد جو سستی وکاہلی پیدا ہوتی ہے اس کے اثرات کم ہوجائیں، یہ چیز بھی ان شاء اللہ صبح سویرے بیدار ہونے میں معاون ثابت ہوگی

الارم لگاکر سوئیں

سوتے وقت فجر کی نماز کا الارم لگا کر سوئیں، بسا اوقات انسان الارم لگا کر سوتا ہے، اورفجر کے وقت الارم کی آواز سے اس کی نیند بھی کھل جاتی ہے، لیکن سستی اورکسل مندی کی وجہ سے وہ ہاتھ بڑھا کر الارم بند کرکے سوجاتا ہے، اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ الارم کو کچھ دور رکھ کر سوئیں؛ تاکہ الارم بند کرنے کے لئے بستر سے اٹھنا پڑے، اورجب بستر سے ایک مرتبہ انسان اٹھ گیا تو ان شاء اللہ وہ فجر کی نماز پڑھے بغیر دوبارہ نہیں سوئے گا۔

سورۂ کھف کی آیات پڑھ کر سوئیں

ایک عمل یہ کریں کہ سونے سے پہلے سورۂ کہف کی آخری چار آیات پڑھ کر سوئیں، سورۂ کہف کی آخری چار آیتوں میں اللہ جل شانہ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ ان کو پڑھنے والا رات میں جس وقت اٹھنے کا ارادہ کرے اس کی نیند اسی وقت کھل جاتی ہے، یہ آیات پڑھیں اورفجر میں بیدار ہونے کی نیت کریں، ان شاء اللہ فجر کی پابندی آسان ہوگی۔

اپنے نفس کو سزا دیں

فجر کی نماز کے لئے بیدار ہونے کی خاطر مذکورہ بالا تدابیر اختیار کرنا کافی ہے؛ لیکن کبھی کسی کا نفس بہت کسل مند اورغفلت شعار ہوتا ہے، مذکورہ بالا تدابیر اختیار کرنے کے باوجود فجر کی نماز کی پابندی انسان کے لئے مشکل ہوتی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ انسان اس بات کا پختہ ارادہ کرلے کہ جب بھی میری فجر کی نماز قضا ہوگی میں مثلاً سو روپے صدقہ کروں گا، اوربیس رکعت نفل نماز پڑھوں گا، اس طرح انسان اگر اپنے نفس پر مشقت ڈالے گا تو ان شاء اللہ اس کا نفس مطیع اورفرماں بردار ہوجائے گا، اورطاعات وعبادات میں کسی قسم کی سستی نہیں دکھائے گا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اہمیت ہے یہ غنیمت ہیں تری عمر کے لیے

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

کمالِ آدمیت کو داغ دار بنانے اور جوہرِ انسانیت کو بے رنگ ونور کردینے والے اسباب میں ایک جمود وتعطل بھی ہے، جو انسان سے حس وحرکت، جوشِ عمل اور جہدِ مسلسل کو ختم کردیتا ہے جمود صرف یہ نہیں ہے کہ انسان فکر معاش سے غافل رہے، کھانے کمانے کے جائز وسائل اختیار نہ کرے اور بے وجہ دوسروں کے لیے بوجھ بنا رہے؛ بل کہ یہ چیز بھی جمود میں داخل ہے کہ آدمی کسب حلال سے فراغت کے بعد کسی دوسری مشغولی سے جی چُرائے، اپنی ذات کو سنوارنے، باطن کو نکھارنے اور علم وعمل میں درجۂ کمال حاصل کرنے کے لیے کسی طرح کی کوئی جدوجہد نہ کرے۔ یہ تعطل و بے کاری انسانی صلاحیت واستعداد کو ناکارہ کردیتی ہے، قوت فکر وعمل کو فنا کردیتی ہے، اور عمر نوح پانے کے باوجود انسان اپنے اندر چھپے انمول جواہر کی قیمت وصول نہیں کر پاتا، اور اللہ تعالی کی دی ہوئی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔

ان دنوں دنیا بھر میں کرونا وائرس کی دوسری لہر نے دہشت مچا رکھی ہے؛ جس کے سبب لاکھوں افراد موت کا لقمۂ تر بن چکے ہیں، کروڑوں انسان اس وبا سے بری طرح متاثر ہیں اور اربوں لوگ ایسے ہیں جو مسلسل خوف و ہراس کے سایے تلے زندگی گزار رہے ہیں۔ اس وبائی بیماری کی روک تھام کے لیے مختلف ممالک میں کہیں ایک ماہ اور کہیں دو تین ماہ کے لیے لاک ڈاؤن (مکمل بند) کا اعلان کیا گیا ہے، نیز حالات کی سنگینی کے پیش نظر اعلان کردہ مدت میں مزید توسیع کے امکانات بھی ہیں۔

پچھلے کچھ دنوں سے نوجوانوں کی بڑی اکثریت گلیوں میں گھومنے پھرنے، قانون شکنی کے ذریعہ انتظامیہ کو تنگ کرنے اور سوشل میڈیا پر اپنا وقت ضائع کرنے میں مصروف نظر آرہی ہے، حال آں کہ یہ قیمتی وقت پڑھائی لکھائی اور دیگر اہم خدمات (خانگی امور میں گھر والوں کی معاونت، دینی ودنیوی کتابوں کا مطالعہ، فاقہ مستوں، مسکینوں اور محتاجوں کی امداد وغیرہ) کی انجام دہی کے ذریعہ کارآمد بنایا جاسکتا ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے سچ فرمایا، جب آپ سے پوچھنے والوں نے پوچھا کہ ہم پر جو مختلف نوعیتوں کی آفتیں اور مصیبتیں آتی ہیں، ہمیں کیسے پتہ چلے کہ یہ اللہ کا عذاب وعتاب ہے یا آزمائش و امتحان؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نازل شدہ آفات ومصائب کے نتیجہ میں اگر قلب اللہ تعالی کی جانب متوجہ ہوجاتا ہے تو وہ آزمائش وامتحان ہے اور اگر جمود وتعطل اسی طرح برقرار رہتا ہے اور قومی و اجتماعی مزاج میں کسی طرح کا کوئی تغیر وتبدل واقع نہیں ہوتا ہے تو یقین کرلیجئے کہ وہ اللہ کا عذاب وعتاب ہے۔

وقت کی اہمیت اور کتاب و سنت

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر مختلف اوقات کی قسم کھائی ہے جس سے وقت کی بے پناہ اہمیت اجاگر ہوتی ہے؛ کیونکہ اللہ عزوجل کبھی بھی کسی کمتر چیز کی قسم نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفجر میں' وقت فجر اور عشرۂ ذوالحجہ' کی قسم کھائی اور ارشاد فرمایا: ''اس صبح کی قسم (جس سے ظلمتِ شب چھٹ گئی) اور دس (مبارک) راتوں کی قسم''۔ (الفجر) ایک اور مقام پر رات اور دن کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''رات کی قسم جب وہ چھا جائے (اور ہر چیز کو اپنی تاریکی میں چھپالے) اور دن کی قسم جب وہ چمک اٹھے''۔ (اللیل) اور سورۃ الضحیٰ میں' چاشت کے وقت اور رات' کی قسم کھاتے ہوئے یوں فرمایا: ''قسم ہے چاشت کے وقت کی (جب آفتاب بلند ہوکر اپنا نور پھیلاتا ہے) اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے''۔ (الضحیٰ) پھر سورۃ العصر میں' زمانہ کی قسم' کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''زمانے کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے) بے شک انسان خسارے میں ہے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

(کہ وہ عمرِ عزیز گنوا رہا ہے)''۔(العصر) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بزرگوں میں کسی کا قول ہے کہ میں نے سورہ عصر کا مطلب ایک برف فروش سے سمجھا جو بازار میں آوازیں لگا رہا تھا کہ، رحم کرو اس شخص پر، جس کا سرمایہ گھلا جا رہا ہے! رحم کرو اس شخص پر جس کا سرمایہ گھلا جا رہا ہے۔اس کی یہ بات سن کر میں نے کہا، یہ ہے: ''ان الانسان لفی خسر'' کا مطلب۔ عمر کی جو مدت انسانوں کو دی گئی ہے وہ برف کے گھلنے کی طرح تیزی سے گزر رہی ہے۔اس کو اگر ضائع کیا جائے یا غلط کاموں میں صرف کر دیا جائے تو انسان کا خسارہ ہی خسارہ ہے''۔(تفسیر کبیر)

مذکورہ تمام آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے فجر، صبح، چاشت، رات، دن اور زمانہ کی قسم کھا کر وقت کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ہے کہ وہ ہمیشہ غیر معمولی چیز کی قسم کھاتا ہے۔لہٰذا ان آیات میں جو اس نے مختلف اوقات کی قسم کھائی ہے، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے؛ بلکہ اس کے ذریعے درحقیقت ہمیں جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ اپنی زندگی کے اوقات کو معمولی اور حقیر نہ سمجھو، اس کے ایک ایک لمحہ کا تم سے حساب ہونا ہے۔آج ہمارے معاشرے میں سب سے سستی اور بے قیمت چیز اگر ہے تو وہ نظم و ضبط اور فرصت و فارغ البالی ہے،اس کی قدر و قیمت کا ہمیں قطعاً احساس نہیں؛ یہی وجہ ہے کہ وقت کے لمحات کی قدر نہ کرنے سے منٹوں کا،منٹوں کی قدر نہ کرنے سے گھنٹوں کا، گھنٹوں کی قدر نہ کرنے سے ہفتوں کا، ہفتوں کی قدر نہ کرنے سے مہینوں کا، اور مہینوں کی قدر نہ کرنے سے سالوں اور عمروں کا ضائع کرنا ہمارے لیے بہت آسان ہو گیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اگر زندگی میں وقت کی قدر نہ کی جائے اور اسے غفلت، سستی و کاہلی میں گزارتے ہوئے برائی کی نذر کر دیا جائے تو کل مایوسی اور ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا،سورۃ الفاطر میں ارشاد ربانی ہے، قیامت کے دن بندے سے سوال ہوگا: کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا، وہ سوچ سکتا تھا اور (پھر) تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آ چکا تھا، پس اب (عذاب کا) مزا چکھو، سو ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا۔'' دنیا دارالامتحان ہے، یہاں کیے ہوئے ہر عمل کا حساب دینا ہے، یہی وہ بنیادی فلسفہ ہے جس کے باعث اسلام میں نظم و ضبط اور وقت کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے نیز اسے ضائع کرنے کے ہر پہلو کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن بندہ اس وقت تک (اللہ کی بارگاہ میں) کھڑا رہے گا جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے:

1: اس نے اپنی زندگی کیسے گزاری؟۔
2: اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟۔
3: مال کہاں سے کمایا اور کیسے خرچ کیا؟۔
4: اپنا جسم کس کام میں کھپائے رکھا؟۔''(جامع ترمذی)

اس حدیثِ پاک میں ہر صاحبِ ایمان کے لیے یہ تعلیم ہے کہ اس فانی زندگی کے اوقات کو بہت دھیان اور توجہ کے ساتھ گزارے، زندگی کو مرنے سے پہلے غنیمت سمجھے اور اس بات کا استحضار رکھے کہ کل روزِ قیامت اس کی ہر ہر چیز کا حساب ہوگا۔

وقت بڑی قیمتی دولت ہے، اس سے جو فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے، وہ کر لیا جائے، آج صحت و تندستی ہے، کل نہ معلوم کس بیماری کا شکار ہو جائے، آج مال و دولت کی فراوانی ہے کل خدا جانے فقر و تنگ دستی کا منہ دیکھنا پڑ جائے؛ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اگر قیامت قائم ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا چھوٹا سا پودا ہو تو اگر وہ اس بات کی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ حساب کے لیے کھڑا ہونے سے پہلے اسے لگا لے گا تو اسے ضرور لگانا چاہیے۔''(مسند احمد بن حنبل) آپ ﷺ امت کو کس طرح وقت کی اہمیت اور اعمال صالحہ کا احساس دلا رہے ہیں کہ اگر قیامت قائم ہو جائے اور کوئی اس نفسا نفسی کے عالم میں بھی ذرہ بھر نیکی کرنے کی استطاعت ہو تو اس میں بھی غفلت کا مظاہرہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نہ کرے؛ بلکہ فوراً نیکی کر ڈالے۔

وقت کے حقیقی قدر داں

اگر ہم مشاہیر وقت اور علماء امت کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو یہ بات نمایاں ہو کر سامنے آئے گی کہ انہوں نے اپنے وقت کی حقیقی معنی میں قدر کی تبھی تو صدیاں گزرنے کے باوجود وہ تاریخ کے اوراق میں زندہ و تابندہ ہیں۔ وقت کی اہمیت پر ان عظیم ہستیوں کے چند اقوال و احوال بھی ملاحظہ فرماتے چلیں!

جلیل القدر صحابی حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: جب صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر، جب شام کرے تو صبح کا خیال دل میں مت لا، اور بیماری سے پہلے اپنی صحت میں سے حصہ لے لے، اور موت سے پہلے زندگی سے فائدہ اٹھا لے، کیوں کہ اے عبد اللہ! تو نہیں جانتا کہ کل تیرا نام کیا ہوگا، مردہ یا زندہ۔ عامر بن قیس ایک زاہد تابعی تھے، جب ایک شخص نے ان سے کہا: آؤ! بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں! تو انہوں نے جواب دیا کہ پھر سورج کو بھی ٹھہرا لو۔ فتح بن خاقان مشہور عباسی خلیفہ المتوکل کے وزیر تھے، وہ اپنی آستین میں کوئی نہ کوئی کتاب رکھتے تھے اور جب انہیں سرکاری کاموں سے فرصت ملتی تو آستین سے کتاب نکال کر پڑھنے میں لگ جاتے۔ اسماعیل بن اسحاق القاضی کے گھر جب بھی کوئی جاتا تو انہیں پڑھنے میں مصروف پاتا۔ البیرونی کے شوق علم کا یہ عالم تھا کہ حالت مرض میں مرنے سے چند منٹ پہلے وہ ایک فقیہ سے (جو ان کی مزاج پرسی کے لیے آیا تھا) میراث کا مسئلہ پوچھ رہے تھے۔ علامہ ابن جوزی کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد ایک ہزار ہے، وہ اپنی عمر کا کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں کرتے تھے، نیز اپنے قلم کے تراشے سنبھال کر محفوظ رکھتے تھے، چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان تراشوں سے گرم کردہ پانی سے انہیں غسل دیا گیا۔ وہ اپنے روزنامچے "الخاطر" میں ان لوگوں پر افسوس کرتے ہیں جو کھیل تماشے میں لگے رہتے ہیں، ادھر ادھر بلا مقصد گھومتے رہتے ہیں، بازاروں میں بیٹھ کر آنے جانے والوں کو گھورتے ہیں اور قیمتوں کے اتار چڑھاو پر تبادلۂ خیال کرتے رہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد ایک سو سے کم نہ ہوگی۔ صرف تفسیر کبیر تیس سے زائد جلدوں میں ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ کھانے پینے میں جو وقت ضائع ہوتا ہے میں ہمیشہ اس پر افسوس کرتا رہتا ہوں۔ (ملخص از عملی زندگی: ۲۲۲)

دن بھر کا ایک نظام العمل بنائیں!

وقت کی پابندی اور حرکتِ عمل انسان کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ آج وہی قومیں ترقی کی انتہا پر ہیں جنہوں نے وقت کی قدر کی، وقت کی قدر نہ کرنے والی قومیں ناکام اور نامراد رہتی ہیں۔ جو لوگ وقت کی اہمیت سے واقف ہیں وہ اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیتے اور آج کا کام کل پر نہیں چھوڑتے۔ اگر ہم اپنے اِرد گرد ایک نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ ساری کی ساری کائنات پابندیٔ وقت کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہے، دن اور رات کا اپنے وقت پر نمودار ہونا، چاند اور سورج کا اپنے وقت پر طلوع اور غروب ہونا، موسموں کا تبدیل ہونا اور کھیتوں میں فصل کا پکنا، سب کے مقررہ اوقات کار ہیں۔ فطرت کے ان تمام عناصر میں کبھی کوئی بے قاعدگی نہیں ہوتی۔ یہ سارا نظامِ کائنات ہمیں وقت کی پابندی کا ہی درس دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ موجودہ صورت حال میں ہم اپنا ایک نظام العمل مرتب کریں، صبح اٹھنے سے لے کر رات میں سونے تک ہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک کام طے کریں۔ سارا وقت خواب غفلت میں سوتے رہنے اور سوشل میڈیا وغیرہ پر ضائع کرنے کے بجائے، کتابوں کا مطالعہ، نوافل کی کثرت، تلاوت کلام پاک کا اہتمام، ذکر و اذکار اور توبہ و استغفار کا التزام کریں۔ اس سے ان شاء اللہ حالات بھی درست ہوں گے اور اخروی نجات بھی حاصل ہوگی۔

آسی یہ غنیمت ہیں تری عمر کے لمحے
وہ کام کر اب، تجھ کو جو کرنا ہے یہاں آج

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا
News World

محمد ادریس ولی اللہی

مولانا وصی سلیمان ندوی کو صدمہ ۱۵ سالہ بیٹے کا انتقال

جامعہ امام ولی اللہ پھلت کے ناظم تعلیمات اور ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی دیررات اس وقت شدید صدمہ سے دو چار ہوئے جب ان کا ۱۵ سالہ بیٹا ایک مکان کی چھت سے گر کر موت کے منہ میں چلا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! نماز جنازہ مفتاح العلوم جلال آباد کے مفتی محمد قاسم نے پڑھائی، تدفین میں محکمہ صحت کی گائڈ لائن کا خیال رکھتے ہوئے بڑی تعداد میں اہل علم اور عوام نے شرکت کی، یہ واقعہ ۳۰/جون اور یکم جولائی کی درمیانی شب میں پیش آیا، واضح ہو کہ مولانا اپنے اہل خانہ کے ساتھ قریبی قصبہ کھتولی میں شام کو اپنے ایک اہل تعلق کے یہاں مدعو تھے، جہاں اچانک ان کا بیٹا شاہ ولی اللہ چھت سے نیچے گر گیا تھا، اس کو فوراً ہی مقامی اسپتال اور پھر میرٹھ لے جایا گیا، جہاں رات میں تقریباً ایک بجے اس کا انتقال ہوگیا۔ یہ بیٹا ماشاء اللہ حافظ قرآن تھا اور اب فلاح دارین اسلامیہ انٹر کالج بلاسپور میں ۱۰ ویں کلاس میں داخل تھا، اس حادثہ پر دارالعلوم دیوبند کے استاد مولانا شاہ عالم گورکھپوری، مظاہر علوم وقف سہارنپور کے مہتمم مولانا محمد سعیدی اور ندوۃ العلما لکھنو کے مہتمم مولانا سعید الرحمٰن اعظمی، وہاں کے استاد مولانا مستقیم ندوی اور بہت سارے علماء اور اہل تعلق نے گہرے رنج والم کا اظہار کیا ہے اور کہا کہ ایک باپ کا ۱۵ سالہ بیٹے کا لقمہ اجل ہوجانا ایک بڑا حادثہ ہے۔ انھوں نے اہل تعلق کو صبر کی تلقین کی۔ تدفین میں شرکت کرنے والوں میں مولانا محمد طاہر ندوی، مفتی عاشق پھلتی مولانا ممشاد علی بلاسپوری، مولانا ساجد (صدائے حق گنگوہ) قاری حفظ الرحمان، مولانا اسماعیل صادق، ماسٹر غفران انجم، مفتی حسان میرٹھی، مولانا سلمان سرہند، ارشد ندوی، عمیر ندوی، سالم فاروق ندوی، مسرت ندوی، حفظ القدیر ندوی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں تعزیت کنندگان میں خانقاہ بوڑیہ کے سربراہ حضرت حافظ پیر جی حسین احمد قادری، مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی، مولانا حامد حسین مہتمم باغوں والی، دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تنظیم وترقی کے ناظم مولانا محمد راشد قاسمی، مولانا ناصر الدین مظاہری، مفتی محمد عفان منصورپوری، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون سے مولانا نجم الحسن تھانوی اور مفتی بلال قاسمی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

ہمایوں نگر میرٹھ میں درس قرآن کا اختتامی پروگرام

قرآن کریم دل اور روح کے لئے بھی شفا ہے، اور جسم و جان کے لئے بھی سامان شفا ہے، اس سے وابستگی قوموں کی ترقی وعروج کی ضمانت ہے، اور اس کو ترک کر کے قومیں تنزل کے غاروں میں دفن ہوجاتی ہیں، ان خیالات کا اظہار قاضی شریعت مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی نے ۱۷/جولائی کو منعقد ہونے والے اس پروگرام میں کیا جو درس قرآن کی تکمیل کی مناسبت سے میرٹھ شہر میں ہوا تھا، واضح رہے کہ ماشاء اللہ مسجد محلّہ ہمایوں نگر میں گذشتہ پانچ سالوں سے مولانا محمد شارق ندوی درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، اور یہ اس کا اختتامی پروگرام تھا۔ اس موقع پر ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی نے آخری دو سورتوں کا درس مکمل کیا، اور معوذتین کی اہمیت اور اس پیغام پر روشنی ڈالی، انھوں نے کہا کہ موجودہ دور میں جب کامیابی کے سارے راستے بند نظر آتے ہوں، معوذتین کی دونوں سورتیں ہماری رہنمائی کرتی ہیں، کہ تدبیر اور دعا وانابت، اور تعلق مع اللہ کے ذریعہ ہم ان حالات سے باہر نکل سکتے ہیں، جس طرح مکی دور میں اللہ کے رسول ﷺ کو یہی سورتیں دوہرانے کا حکم دیا گیا تھا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: بالوں کو سیدھا کرانا کریم وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے جیسا کہ آج کل بہت سے طریقے بالوں کی بناوٹ کے رائج ہوگئے ہیں، اس سلسلہ میں رہنمائی مطلوب ہے؟

ج: اگر بالوں کی اصلاح میں فیشنی انداز کی کٹنگ مقصود نہ ہو اور بال ٹیڑھے میڑھے ہوں اور ان کو کریم وغیرہ کے استعمال سے سیدھا کرالیا جائے تو اس عمل میں شرعا کوئی مضائقہ نہیں البتہ کریم کے متعلق یہ بات ذہن میں رہے کہ وہ بالوں میں ذی جرم ہوکر باقی نہ رہے کیونکہ ایسی صورت میں وضو اور غسل میں پانی بالوں میں اگر نہ پہنچے گا تو وضو اور غسل درست نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر کچھ اور خرابی یا مفسدہ پایا جاتا ہو تو دوبارہ سوال کرلیں۔

س: کیا کتے اور بلی کی خرید وفروخت اسلام میں جائز ہے؟

ج: کتے سے متعلق شریعتِ مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ جس کتے کو پالنا جائز ہو اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے اور جس کو پالنا جائز نہیں اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں، اور کتے کو پالنے کی اجازت شکار کے لیے ہے یا گھر اور کھیتی کی حفاظت کے لیے ہے؛ لہذا جو کتا مذکورہ امور کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہو اس کی خرید و فروخت جائز ہے ورنہ نہیں۔ البتہ بلی کی خرید وفروخت مطلقاً جائز ہے۔ الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار) (5/68):

"لكن في الخانية: بيع الكلب المعلم عندنا جائز، وكذا السنور، وسباع الوحش والطير جائز معلماً أو غير معلم" الفتاوی الھندیۃ (3/114)

س: بعض لوگ دانتوں سے اپنے ناخن چباتے رہتے ہیں کیا ناخن کو دانتوں سے کاٹنا جائز ہے؟

ج: دانتوں سے ناخن کاٹنا بری عادت ہے اسی لئے دانتوں سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ دانتوں سے ناخن کاٹنے کی وجہ سے برص کی بیماری ہوسکتی ہے۔

وقلمها بالأسنان مكروه يورث البرص (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع وغيره، ۹/۵۸۰، ط: مکتبۃ زکریا دیوبند)

س: میرا ساتھی رات میں Gym جیم کرتا ہے اس دوران شیشہ بھی دیکھتا رہتا ہے مجھے جاننا ہے کہ رات کو شیشہ دیکھنا، جھاڑو لگانا، کنگھی کرنا کیسا ہے؟

ج: جھاڑو لگانا دن میں بھی جائز ہے اور شام یا رات میں بھی جائز ہے، چوبیس (۲۴) گھنٹے میں سے کسی بھی وقت جھاڑو لگانے کی کوئی ممانعت شریعتِ مطہرہ کی رُو سے ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی کسی خاص وقت میں جھاڑو لگانے سے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ یا وہم رکھنا درست ہے، نیز شام یا رات کے اوقات میں کنگھی کرنا یا آئینہ دیکھنا بھی جائز ہے، شرعاً کوئی ممانعت نہیں اس طرح کے جتنے وہم عوام کے درمیان مشہور ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں ہے (اغلاط العوام، ص: 102، ط: ادارۃ المعارف کراچی)

س: حمیراء نام رکھنا کیسا ہے، اس کے معنی بھی بتا دیجئے؟

ج: حمیراء کے معنی سرخ کے آتے ہیں، یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وصفی نام ہے۔ قال فی المعجم الوسیط:

الحميراء مصغر الحمراء أو البيضاء وصف للسيدة عائشة رضى الله عنها في قول الرسول صلى الله عليه وسلم "خذوا نصف دينكم عن هذه الحميراء"

(المعجم الوسیط: ۱/۱۹۷) اس لیے حمیراء نام رکھا جاسکتا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

قانونی چارہ جوئی کا بھی تجربہ کیجئے!

کافی سال پہلے کی بات ہے، اگست کا مہینہ آیا تو اس حقیر نے اپنے مدارس کے تمام ذمہ دار رفقاء کو متوجہ کیا کہ جنگ آزادی ہمارے بزرگوں نے شروع کی، اور ملک کے لئے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے کہیں زیادہ ہمارے بزرگوں اور مسلمانوں نے قربانیاں دی ہیں، اس لئے یوم آزادی کا جشن سب سے زیادہ ہم کو ہی منانے کا حق ہے، اور خاص طور پر ہدایات جاری کیں کہ طلباء کو پہلے سے خوب تیاری کراکے خوب صورت پروگرام کئے جائیں، سبھی رفقاء نے اس حقیر کی خواہش کے احترام میں خوب تیاریاں شروع کیں، خورجہ کے مدرسہ قاسم العلوم میں بھی ایک ہفتہ تک رنگا رنگ پروگرام کی مشق کی گئی، ۱۵ر اگست سے ایک روز پہلے تو تیاری بالکل شباب پر تھی، ۱۶ر اگست کو ہندوستان کے ایک مشہور اخبار میں ایک خبر چھپی کہ مدرسہ میں ۱۴ر اگست کو پاکستانی جھنڈا یوم پاکستان منانے کے طور پر لہرایا گیا، اس حقیر نے مدرسہ کے ذمہ داروں سے درخواست کی کہ حکام سے ملیں اور شکایت کریں، حکام نے اپنے طور پر تحقیق کر لی تھی تو حقیقی صورت حال ان کو بھی معلوم تھی، میں نے اپنے رفیق عزیزی حافظ ادریس صاحب کو خورجہ بھیجا اور ذمہ داروں کو زور دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اخبار کے ایڈیٹر کے خلاف ادارہ کی ساکھ خراب کرنے اور ماحول خراب کرنے کا مقدمہ دائر کریں، اور ایک مقدمہ پریس کونسل آف انڈیا میں دائر کیا جائے، مقدمہ دائر کیا گیا، اخبار کے ذمہ دار مدرسہ حاضر ہوئے اور بہت معذرت کی اور معذرت کی خبر چھاپنے کا بھی وعدہ کیا اور بہت اصرار کیا کہ مقدمہ واپس لے لیا جائے، مدرسہ میں دو کمرے بنانے کی بھی پیش کش کی، مگر اس حقیر کو خیال ہوا کہ اکثر اخبار میں اس طرح کی غلط خبریں چھاپی جاتی ہیں اور لوگوں کو حق معلوم نہیں ہو پاتا، غلط فہمیاں پیدا ہو کر دلوں میں دوریاں بوئی جاتی ہیں، اس لئے ہمیں مقدمہ واپس نہیں لینا چاہئے، اگلے روز انھوں نے خاص صفحہ پر معذرت بھی چھاپی، مقدمہ چلتا رہا، پریس کونسل کی طرف سے بھی اخبار کے ذمہ داروں پر جرمانہ ہوا، عدالت نے ایڈیٹر اور نمائندہ کو ایک یا دو روز کی قید کی سزا اور جرمانہ عائد کر دیا، اخبار والوں نے اس آرڈر پر بڑی عدالت سے اسٹے لے لیا جس کا وقت اب ختم ہو رہا ہے، وقت ختم ہونے پر ایک بڑی رقم اخبار کو جرمانہ کی ادا کرنی پڑے گی۔ اور ڈی ایم میرٹھ اور ڈی ایم بلند شہر کو اخبار کے خلاف سخت ایکشن لینے کی ہدایت جاری کی۔

ہمارا پیارا ملک ہندوستان اور اس کا پیارا اور انصاف پر مبنی سیکولر قانون یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کے بالکل شایان شان ہے، یہ بات بھی کسی درجہ میں صحیح ہے کہ کبھی کبھی قانون کا نفاذ یک طرفہ ہو جاتا ہے، جس کا ہو جانا فطری ہے، مگر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آج کل کے زمانہ میں بھی جب خاص ذہنیت کے لوگ حکمراں ہیں شاید جتنی آزادی پورے ملک میں تمام مذاہب کے لوگوں کو اپنی عبادات، اپنے مراکز اور ادارے قائم کرنے اور چلانے کے لئے ہمارے ملک ہندوستان میں ہے، کسی اسلامی ملک میں بھی نہیں، اور ہمارے برادران وطن ہندو بھائیوں میں انصاف کی آواز لگانے والوں کی تائید کا جو جذبہ ہے وہ شاید ہی دنیا میں کہیں دکھائی دے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم جوش میں احتجاج کرنے اور ہوش کھو دینے کے بجائے، ملک کی یکجہتی اور اتحاد کے لئے نقصان دہ حرکتیں کرنے والوں کے خلاف سنجیدہ قانونی چارہ جوئی کریں، اس طرح کی قانونی چارہ جوئی، مدارس، مساجد، اسلامی اقدار کے خلاف کی گئی حرکتوں، اور بے گناہ مسلم نوجوانوں کی گرفتاری کے خلاف، یا فسادات میں یک طرفہ معاملہ کے خلاف جب بھی کی گئی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کارآمد نہ ہوئی ہو، قانون کے ہاتھوں نے مجرموں کی کچھ نہ کچھ گرفت نہ کی ہو، اس لئے اول تو ہمیں ان ظلم کرنے والوں کو فرمان نبوت کے مطابق: انصر اخاک ظالما او مظلوما [اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم] اپنا بھائی سمجھ کر سمجھانا اور دعوت دینا چاہئے، اور ان کی خیر خواہی میں انہیں ظلم سے روکنے کی کوشش کرنی چاہئے، اگر یہ کوشش کارگر نہ ہو تو ملک اور ان بھائیوں کی خیر خواہی میں انھیں ظلم سے روکنے کے لئے قانونی چارہ جوئی ضرور کرنی چاہئے، ایسے حالات میں مایوس ہو کر ہمت ہارنے کے بجائے ملک اور قانون پر اپنا پورا حق سمجھ کر سیکولر قانون سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔

مولانا محمد کلیم صدیقی